New Era Magazine
منزلت
از نازیہ احمد
تہنیت علی
Creation
NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ندامت

از نادیہ احمد

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاءاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

وقت سے انکار رسوائی ہے

تمھاری سانسیں چل رہی ہیں

یہ گواہی ہے

تمھارے ساکت جھوٹ اور تلخ سانسوں کی

یہ قسمت تمھاری منتخب کردہ ہے

یہ ابتری تمھاری تخلیق شدہ ہے

سچ کا انکار تمھیں موقع پرست بنا دے گا

زندگی میں کیسے بھی موڑ آئیں

نفرت کا دائرہ چلتا ہی رہے گا

پھر چاہ کہ بھی تم سچ کی طرف پلٹ نہیں سکو گے

مسلسل خلش تمھیں تھکا دے گی

اور تم اس روزن میں جذب ہو جاؤ گے

پس معافی کے لیے پکارو

محبت کے لیے نعرہ بلند کرو

گرتے ہوں سے جن پر تم نے لعنت کی

معصوموں سے جن کا تم قتل عام کر بیٹھے

کہ ابھی بہت تاخیر نہیں ہوئی

شیطان دروازے پر کھڑا
فرشتے کی موت کا منتظر ہے
تب تمھیں احساس ہو گا
تم دیر کر چکے ہو

Karma by Erran

بے شرم، بے حیا۔۔ایسی گھٹیا حرکت کرنے سے پہلے ہمارے تعلق کا تو سوچا ہوتا۔

انگلیوں کے نشان اسکے گالوں پہ نمایاں تھے۔

کاش آج کا دن دیکھنے سے پہلے مجھے موت آجاتی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آنکھوں میں نفرت لئے وہ دھاڑی۔

زندگی میں اس سے زیادہ شرمندگی اور ندامت کا لمحہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔

حیرت سے سب کی طرف دیکھتے اسے وہاں کھڑے ہر شخص کی نگاہوں میں اپنے لئے حقارت دکھائی دی۔یوں جیسے وہ کوئی پلید شے ہو۔

آخر میرا قصور کیا ہے؟ کمرے میں گونجتی اسکی فریاد کسی بھی دل تک دستک دیئے بنا پلٹ آئی تھی۔

نکل جاؤ یہاں سے، آج کے بعد میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔اسکی آنکھیں حیرت سے

پھیل گئیں۔

کیا تعلق اتنی جلدی ٹوٹ جاتے ہیں؟ کیا بھروسہ یوں آناً فاناً شک کی قبر میں دفنا دیا جاتا ہے۔

یہ سچ نہیں ہو سکتا، یقیناً یہ کوئی خواب ہے۔۔بہت بھیانک خواب۔۔ لیکن نہیں یہ خواب نہیں تھا۔یہ حقیق تھی۔۔۔ تلخ حقیقت۔۔۔۔

جھوٹ نے سچ پہ پردہ ڈال دیا تھا۔ چہرے پہ ندامت لئے اس نے خود پہ اٹھتی سب کی نفرت بھری نگاہوں کو دیکھا اور بے بسی سے آنکھیں موند لیں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مہندی لگے گی تیرے ہاتھ ڈھولک بجے گی ساری رات

جا کر تم ساجن کے پاس بھول نہ جانا یہ دن رات

پورا گھر روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ فاخرہ کا خوشی سے تمتماتا پر سکون چہرہ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ آج اسکے لئے کتنا بڑا دن ہے۔لان سے تیز میوزک کی آواز گھر کے اندر تک آ رہی تھی۔ گھر کا اندرونی حصہ پیلے گیندے کے پھولوں سے سجا تھا۔ ملازمہ مٹھائی کا ٹوکرا اٹھائے فاخرہ کے ہمراہ لاؤنج سے باہر نکل رہی تھی جو خود بھی ہاتھوں میں پیلے گجروں کی ٹوکری تھامے ہوئے تھی۔اسی وقت ابیہا لاؤنج میں داخل ہوئی اور فاخرہ کے چہرے پہ ایک خوبصورت مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

السلام علیکم تائی امی۔۔

پیلا اور نارنجی انگر کھا پہنے وہ آج بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔فاخرہ نے ملازمہ کو آگے جانے کا اشارہ کیا اور خود ابیہا سے بات کرنے رک گئیں۔

وعلیکم السلام۔۔

اسکے لہجے میں ہمیشہ کی طرح شفقت تھی۔

شکر ہے ابیہا تم آگئی۔۔

اپنی بیٹیوں کی طرح وہ بھی اسے بہت عزیز تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ثانیہ اب تک تیار نہیں ہوئی؟

پھولوں کی ٹوکری سے ایک گجرا اٹھا کر اپنے ہاتھ میں پہنتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

ابھی کہاں۔۔۔دیکھو نا اس لڑکی کو کتنا وقت لگاتی ہے تیاری میں،اب میں اکیلی کیا کیا دیکھوں۔۔۔

اس شکایت میں بھی محبت کی آمیزش تھی۔یوں تو انہیں اپنی دونوں بیٹیاں بہت عزیز تھیں لیکن ثانیہ میں تو انکی جان تھی۔

تائی امی آپ پریشان مت ہوں،مجھے بتائیں کیا کام کرنا ہے میں سب کروادوں گی۔

فاخرہ کو اس پر جی بھر کر پیار آیا۔ تھی تو انکے دیور کی بیٹی لیکن اس گھر میں اسکی وہی حیثیت تھی جو سویرا اور ثانیہ کی تھی۔

رضا حیدر اور فاخرہ نے بہن بھائیوں کی طرح انکی اولاد میں بھی کبھی فرق نہیں رکھا تھا۔ دیوار سے دیوار تھی پھر بھی مجال ہے جو اتنے سالوں میں کبھی دونوں بھائیوں کے درمیان ناچاقی ہوئی ہو اور اسکا زیادہ کریڈٹ فاخرہ کی سلجھی ہوئی طبیعت کو جاتا تھا۔

ارے بیٹا فلحال تو تم ثانیہ کو اسکے کمرے سے نکالو۔ سب مہمان پہنچ گئے ہیں اور یہ لڑکی اب تک نیچے نہیں آئی۔۔

وہ جلدی سے بولیں۔۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آپ فکر نہ کریں میں اسے لے کر آتی ہوں۔۔

گجرے کا ہک لگا کر ابیہا لاؤنج کی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

اچھا سنو۔۔۔

اسے یکدم یاد آیا۔

جی۔۔

ابیہا جاتے جاتے رکی۔

سویرا کو بھی اپنے ساتھ ہی لے آنا۔ وہ لوگ بس پہنچنے والے ہی ہوں گے۔۔

ایبہا نے مسکرا کر سر ہلایا۔فاخرہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔۔ثانیہ اور سویرا کے کمرے فرسٹ فلور پر تھے۔۔۔ایبہا تین انچ کی پینسل ہیل پہنے نپے تلے قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

ہم سے مایوس نہ ہوا ے شب دوراں کے ابھی
دل میں کچھ درد چمکتے ہیں اجالوں کی طرح

کھڑکی کے کھلے پٹ سے اندر آتے سرد ہوا کے جھونکے اسکے بے کیف وجود کو کپکپا رہے تھے۔تند ہوا چہرے کی جلد میں سوئیاں چبھو رہی تھی۔سینٹرل ہیٹنگ کے باوجود کمرے کا درجہ حرارت نقطہ انجماد پہ محسوس ہو رہا تھا کیونکہ موسم کی یخ بستگی میں حائل کھڑکیاں اس نے خود کھلی چھوڑ رکھیں تھیں اور اب اندر کی ہر شے موت سی سرد ہو چکی تھی۔۔رات کے اس پہر اسکے دل کی دنیا کی طرح باہر بھی ویرانی اور اندھیرا تھا۔نیند کو آنکھوں سے بغاوت کئے تو شائد صدیاں بیت چکی تھیں بڑھتی ہوئی سردی اسکی برداشت کی حد اور جہاں برداشت ختم ہوتی تھی وہاں سے اذیت کا آغاز ہوتا تھا۔اسے بھی خود کو اذیت دینا اچھا لگتا تھا۔اسکے دل کی طرح اسکا پورا موجود تکلیف میں ہے یہ احساس اسے فرحت بخشتا تھا۔کھڑکی کے چوکھٹے سے اپنا چہرہ باہر نکال کر اس نے

بر فیلی ہواؤں سے اپنے ہرے کو جلتا ہوا محسوس کیا۔اس پل کسی نے اسکی وہیل چیئر کو پیچھے سے کھینچ لیا۔اس نے بمشکل گردن گھما کر دیکھا۔دلاور خان غصے اور بے بسی کی ملی جلی کیفیت میں شکوہ بھری نظروں سے اسکو دیکھ رہا تھا۔ایک زخمی مسکراہٹ نے لبوں کا احاطہ کیا۔دلاور خان نے آگے بڑھ کر کھڑکی کے دونوں پٹ مضبوطی سے بند کرنے کے بعد دبیز پردے گرا دیئے۔باہر کی سردی اور ویرانی سے رابطہ یکدم منقطع ہوا تھا۔

رات بہت ہو چکی ہے،اب سونے کی کوشش کرو۔

اسے بستر پہ لٹا کر وہ تنبیہہ انداز میں بولا۔کمرے کی بتیاں بجھا کر نائٹ بلب روشن کرنے کے بعد اسے شب بخیر کہتا باہر نکل گیا۔نیند آنا ناممکن تھی پھر بھی اس نے بوجھل آنکھوں کو موند لیا تھا اور یوں دنیا سے اسکا ناطہ ٹوٹ گیا تھا۔

ثانیہ کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ابیہا نے دروازے کی ناب گھمائی۔دروازہ لاک نہیں تھا۔بنا دستک کے وہ بے تکلفی سے اندر داخل ہونے لگی پر کمرے سے آتی ثانیہ کی آواز نے اسکے قدموں کو روک لیا۔

اچھا اگر نہ بھیجوں تو کیا کر لو گے۔۔۔ثانیہ کی شوخ آواز ابیہا کے کانوں سے ٹکرائی۔ابیہا

نے جھری سے اندر جھانکا۔ثانیہ کی پشت تھی اور وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کان سے فون لگائے کھڑی تھی۔

ارے باپ رے باپ۔۔شادی سے پہلے یہ تیور۔۔۔۔

ایبا قصداً اندر داخل نہیں ہوئی۔وہ اچھی طرح جانتی تھی ثانیہ کس سے فون پہ بات کر رہی ہے۔وہیں کان لگائے کھڑی اسکی باتیں سنتی رہی۔

اور اگر جو میں شادی سے ہی انکار کر دوں تو؟؟؟

پیلے اور گلابی کا کامدار شرارے میں ثانیہ کا خوبصورت سراپا غضب ڈھا رہا تھا۔وہ حسین تھی اور آج بھی ہمیشہ کی طرح حسین لگ رہی تھی۔سب سے الگ،سب سے منفرد۔ اتنی خوبصورت کہ اس پر سے نگاہ ہٹانا مشکل ہو جائے۔ایبا نے اسے سر تا پاء دیکھا۔ اسکی تیاری مکمل تھی۔

خبردار میری بہن کو راستے کا کانٹا کہا تو۔۔یہ گستاخی میں ہرگز برداشت نہیں کروں گی۔ یقیناً دوسری طرف کچھ شرارتی جملے اچھالے گئے تھے۔ثانیہ کے لمبے بال چوٹی میں قید تھے جو اسکی پشت پہ جھول رہی تھی۔وہ مسکراتے ہوئے اپنی چند لٹوں کو انگلی سے گھمائے ارد گرد سے بے نیاز تھی۔

اچھا اب فون بند کرو،پہلے ہی کتنی دیر ہو گئی ہے۔جانتے ہو ناامی کتنا غصہ کر رہی ہوں گی۔ثانیہ کے چہرے پہ ایک انوکھی چمک تھی،اسکے انداز میں غرور اور مان تھا جو کسی

بہت اپنے کی بدولت بہت خاص لوگوں کا نصیب ہوتا ہے۔ابیہا کو اس پل ثانیہ پہ رشک آیا تھا یا پھر ہمیشہ آتا تھا۔

اچھا بابا، بھیجتی ہوں۔اب خوش؟ثانیہ کی جوش میں ڈوبی آواز ابیہا کے کانوں سے ٹکرائی۔

ہاں ساحر میں بھی تم سے بے تحاشہ محبت کرتی ہوں۔اب تو فون بند کردو کیوں مجھے ڈانٹ پڑوانے کے چکروں میں ہو۔ابیہا کنفیوز سی حالت میں کھڑی ا شائد پلٹنے کو تھی کہ اسی پل ثانیہ کی نظر اس پہ پڑ گئی۔

wow abiha,u look so pretty.

اچانک ثانیہ نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا اور ابیہا کو دیکھ کر اسکی آنکھوں میں خوشی اور محبت اکٹھے نمودار ہوئے۔ابیہا جو جانے کے لئے پر تول رہی تھی مجبورا اسے اندر آنا پڑا۔

اور تم ابھی تک ریڈی نہیں ہوئی۔پتا ہے تائی امی کتنا غصہ کر رہی ہیں۔۔خود پہ حتیٰ الامکان قابو پاتے اس نے تیز لہجے میں کہا۔

دراصل ساحر کی کال آگئی تھی اور تم تو جانتی ہو اس سے باتیں کرتے ہوئے وقت کا پتا ہی نہیں چلتا۔

ساحر کا نام لیتے ہوئے ثانیہ کے چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ تھی۔اپنی مسکراہٹ

کوزیر لب دباتے اس نے ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھی موتیے کے پھولوں کی لڑی کو اٹھا کر اپنے بالوں پہ لگانے کی کوشش کی۔

یہ ذرا گجرا میرے بالوں میں سیٹ کرنا پلیز۔۔ابیہا نے سر جھٹک کر اسکے بالوں میں سیٹ کر دیا۔

ایک تو تمہاری تیاریاں۔ایک کو گھائل کر کے دل نہیں بھرا اور کتنوں کی جان لینی ہے۔اسکا انداز ہلکا پھلکا اور بہت حد تک ثانیہ کو ستانے والا تھا۔وہ دونوں ہم عمر تھیں۔ دونوں میں بچپن سے گہری دوستی تھی۔اسکول کے بعد کالج اور اب یونیورسٹی بھی ایک ہی ساتھ جانا ہوتا۔ثانیہ کی کوئی بھی بات ابیہا سے پوشیدہ نہیں تھی۔وہ اپنا سب کھایا پیا بہت آرام سے ابیہا کے آگے اگل دیتی تھی اور ایسا ہی وہ ابیہا کے متعلق بھی سوچتی تھی ابیہا کی کوئی بھی بات، کوئی راز ثانیہ سے چھپا نہیں تھا۔

شٹ اپ۔۔ساحر کے علاوہ کسی اور کو دیکھتی ہے میری جوتی۔۔ثانیہ نے تنک کر ابیہا کو گھورا۔اسکی ناراضگی کو نظر انداز کرتے وہ اب خود پہ ایک ناقدانہ نگاہ ڈال رہی تھی۔ وقت کافی گزر چکا تھا اور اب تک وہ دونوں لان میں نہیں گئی تھیں جہاں فنکشن کا انتظام کیا گیا تھا۔یوں تو اب تک لڑکے والوں کی آمد بھی نہیں ہوئی تھی۔اسی لئے وہ اطمینان کے ساتھ کمرے میں گھسی تھیں ورنہ فاخرہ کی طرف سے بلاوہ آچکا ہوتا۔

اچھا یہ میری کچھ زبردست سی پکچر زبنادو، مجھے ساحر کو بھیجنی ہیں۔ثانیہ اب بالکل تیار

تھی۔ سر سے پاؤں تک اپنی مثال آپ۔۔اسکی کاجل بھری خوبصورت آنکھیں اسکے چہرے کا سب سے دلکش حصہ تھیں یا پھر ان میں ساحر کی محبت کا عکس انہیں حسین بناتا تھا۔

حد ہے ثانیہ، اتنی بھی کیا بے صبری ہے اسکو۔اتنا ہی تمہیں دیکھنے کو بے چین تھا تو پھر آیا کیوں نہیں شادی پہ؟؟ثانیہ نے اپنا اسمارٹ فون ابیہا کی طرف بڑھایا۔ساحر کی فرمائش پہ وہ جلد سے جلد اسے اپنی تصاویر واٹس ایپ کرنے کا سوچ رہی تھی۔حالانکہ ابھی کچھ دیر پہلے اسے خاصے نخرے دکھا چکی تھی لیکن ساحر کو انتظار کروانا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ابیہا کی ناگواری کو خاطر میں نہ لا کر اس نے چند پوز بنائے۔ابیہا نے اسکی تصاویر اتاریں اور فون واپس اسکے ہاتھ میں تھما دیا۔

اب آجائے گا تو شادی پہ چھٹی کیسے لے گا؟وہ اب جلدی جلدی ان تصویروں کو دیکھ کر ساحر کو بھیج رہ تھی۔ابیہا نے آنکھیں گھمائیں۔

تم اور اسکے خلاف کچھ سن کر خاموش ہو جاؤ،اس دن یقیناً قیامت ہو گی۔ابیہا سر جھٹک کر مسکرائی۔ایسا پہلی بار تو نہیں ہوا تھا۔اکثر ثانیہ اور ساحر کا جھگڑا ہوتا اور ثانیہ اسکے سامنے ساحر کی کسی اختلافی بات کا رونا روتی لیکن جہاں ابیہا اس میں ہاں ملاتی ثانیہ پارٹی بدل لیتی۔اور یہ قصہ یک طرفہ نہیں تھا۔ابیہا جانتی تھی ساحر کی دیوانگی بھی ثانیہ کے لئے کم نہیں ہے۔

توتم اسکے خلاف بولتی ہی کیوں ہو۔اس نے ہلکی سی خفگی سے کہا۔

ویسے ایک بات توبتاؤ؟اسکے موڈ کو نظر انداز کرتے ہوئے ایبہا نے شرارت سے اپنی کہنی اسکی کمر میں ماری۔

کیا جادو کیا ہے اس نام کے جادو گرنے تم پر؟؟؟وہ دونوں کمرے سے نکل کراب سویرا کے کمرے کی طرف جارہی تھیں۔ثانیہ کی ہنسی نکل گئی۔

اس جادو کو محبت کہتے ہیں ایبہا جی۔۔وہ ایک ادا سے بولی۔

وہ اتنی دور بیٹھا ہے ثانیہ،پتا نہیں کتنی لڑکیوں سے ملتا ہوگا۔اتنااندھا اعتبار۔۔۔۔

کبھی کبھی مجھے تم بالکل لیلیٰ لگتی ہو۔دوسال پہلے ساحر لندن گیا تھا تو ایبہا نے یہی سوچا تھا کہ ان دونوں کے درمیان فاصلے اس محبت کی آگ کو ٹھنڈا کردیں گے۔ان دونوں کی چاہت میں وہ پہلی سی شدت نہ رہے گی۔

چاہے محبت کتنی ہی اندھی کیوں نا ہوپر دوبرا عظموں کی دوری اسکی شدت پہ اثرانداز ہوہی جاتی ہے۔لیکن آج بھی وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے اتنے ہی بے قرار تھے انکی محبت میں وہی تپش تھی جو چار سال پہلے انکی منگنی کے وقت ایبہا نے محسوس کی تھی۔

ان میں سے کوئی ایک بھی ثانیہ رضا نہیں جو ساحر کے دل تک پہنچ سکے۔سویرا کے کمرے کے دروازے پہ رک کرثانیہ نے ایبہا کو پراعتماد انداز میں کہا۔ایبہا نے عجیب

نظروں سے ثانیہ کو دیکھا۔اس پل وہ مسکرانا بھی بھول گئی تھی۔اسکے لفظوں میں چھپا طنز ابیہا کو اچھا نہیں لگا تھا پر وہ سچ ہی کہہ رہی تھی۔کوئی اور ثانیہ نہیں ہو سکتی کیونکہ ساحر صرف ثانیہ کو چاہتا تھا۔

اور ہاں۔۔وہ مجنوں ہے اسی لئے میں تمہیں لیلیٰ لگتی ہوں۔ایک پل رک کر ثانیہ نے اگلا جملہ ابیہا کی طرف اچھالا۔اسکا لہجہ عام سا تھا۔دروازے پہ ہلکا سا دباؤ ڈالنے سے وہ کھلتا چلا گیا۔ثانیہ اندر داخل ہو گئی جبکہ ابیہا وہیں کھڑی رہی۔

مہندی کے فنکشن کا انتظام لان میں تھا۔پیلے رنگ کی کناتوں سے ایک وسیع اور کشادہ کینوپی میں زبردست ارینجمنٹ کیا گیا تھا۔اسٹیج پہ لکڑی کا جھولار کھا ہوا تھا جسے گیندے کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔دولہا اور دولہن کو وہیں بیٹھنا تھا۔فنکشن کمبائن تھا اور اب تک بہت سے مہمان آچکے تھے۔ثانیہ اور ابیہا کی سنگت میں سویرا کینوپی کے اندر داخل ہوئی تو ایک ساتھ بہت سے لوگوں کی نگاہوں کا مرکز تھی۔ملٹی کلر کے شرارے پہ دلکش کام والا پیلا دوپٹہ سر پہ اوڑھے وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔فاخرہ نے جلد سے آگے بڑھ کے اسکا ماتھا چوما۔پھولوں کے زیور کا سنگھار کئے وہ سادگی اور خوبصورتی کا حسین امتزج معلوم ہو رہی تھی۔وہ بہت حسین نہیں تھی لیکن پیاری تھی۔

میری ابھی فون پہ بات ہوئی ہے،وہ لوگ بس پہنچنے ہی والے ہیں۔تم سویرا کو اسٹیج پہ لے جاؤ۔۔سویرا نے جھجکتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا۔فاخرہ نے مسکراتے ہوئے سر کے اشارے سے ثانیہ کو آگے جانے کا اشارہ کیا۔ثانیہ اور ابیہا نے اسے پھولوں سے سجے جھولے پہ بٹھایا اور اسکی حوصلہ افزائی کے لئے دونوں اسکے پاس ہی بیٹھ گئیں۔سویرا کچھ گھبرائی ہوئی تھی۔ثانیہ نے اسکا ہاتھ دبا کر اعتماد بحال کیا۔

مہمان تقریباً سب ہی پہنچ چکے تھے پر لڑکے والوں کی آمد اب تک نہیں ہوئی تھی۔

سویرا کو جھولے پہ بٹھا کر ثانیہ اور ابیہا رشتے داروں سے ملنے چلی آئیں۔

ماشاءاللہ میری بیٹی تو بہت پیاری لگ رہی ہے۔ہمیشہ کی طرح سب سے منفرد۔۔۔

راشدہ نے محبت سے ثانیہ کی بلائیں لیں۔ثانیہ لاڈ سے پھوپھی کے گلے میں بانہیں ڈالے کھڑی تھی۔

رشدہ،رضا حیدر اور مبین حیدر کی اکلوتی بہن تھیں۔کئی سال پہلے ایک روڈ ایکسڈنٹ میں انکے شوہر کے انتقال کے بعد انکا اکلوتا لاڈلا بیٹا ساحر اور انکا میکہ ہی انکا سہارا تھے۔ رضا حیدر کی طرف ہمیشہ ہی انکا لگاؤ بہت زیادہ رہا تھا۔ایک تو وہ بڑے بھائی ہونے کا حق بخوبی نبھا رہے تھے دوسرے ساحر کا رجحان ہمیشہ سے ثانیہ کی طرف تھا۔وہ سویرا کا ہم

عمر تھا۔ان دونوں میں اچھی دوستی تھی لیکن ثانیہ پہ وہ دل وجان سے فدا تھا۔ کمپیوٹر انجنرنگ میں ماسٹرز کرنے کے بعد وہ ایک مناسب ملازمت کر رہا تھا۔ دو سال پہلے اسکی کمپنی کی طرف سے لندن میں ملازمت کا موقع ملا۔ وہ اس چانس کو گنوانا نہیں چاہتا تھا۔ اسکی خواہش تو ثانیہ سے شادی کی تھی لیکن ثانیہ کی نامکمل تعلیم اور سب سے بڑھ کر سویرا کی شادی نہ ہونا اسکے ارادوں میں حائل تھا۔ فاخرہ تو منگنی پہ بھی اسی شرط پہ مانی تھیں کہ شادی کسی بھی صورت سویرا کی شادی سے پہلے نہیں ہو گی۔

یہ ابیہا بھی تو آج چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہے۔۔رشدہ نے پاس کھڑی ابیہا کو بھی پیار کیا لیکن اس میں وہ والہانہ پن اور اپنائیت نہیں تھی جو ثانیہ سے منسوب تھی۔ وہ انہیں ساحر کی وجہ سے اور بھی پیاری تھی۔

ویسے بھابھی ارینجمنٹ تو بہت شاندار کیا ہے آپ نے۔۔اس مختصر بات کے بعد وہ اب فاخرہ کی طرف متوجہ ہو چکی تھیں۔ابیہا ہمیشہ سے بیک گراؤنڈ میں تھی۔ وہ ایک بار پھر بیک گراؤنڈ میں ہی چلی گئی تھی۔اسے وہاں اپنا کھڑا ہونا بیکار محسوس ہوا۔لب کاٹتے ہوئے وہ بے اختیار چند قدم پیچھے ہٹی اور پھر آہستہ آہستہ چلتی سویرا کے برابر جا بیٹھی۔

یہ سب ثانیہ اور تمہارے بھائی کی پلاننگ ہے۔یہ جو کہتی ہے وہ آنکھیں بند کر کے

کرتے جاتے ہیں۔ تم تو جانتی ہو نا کتنا سر چڑھایا ہوا ہے انہوں نے۔۔ وہ تینوں اب بھی مسکراتے ہوئے محوِ گفتگو تھیں۔ رشیدہ کی آنکھوں میں ثانیہ کے لئے محبت بھرے جذبات تھے، ثانیہ بڑے مان سے انکا ہاتھ تھامے وہاں پورے حق سے کھڑی تھی۔ یہ حق اسے ساحر نے دیا تھا۔ اسکی محبت نے دیا تھا۔

انکی لاڈلی بھی تو بہت ہے۔۔ رشیدہ نے اسکا گال تھپتھپایا۔

ایسی ویسی، پوچھو مت۔ اب شادی کی ساری دوڑ بھاگ میں نے اور سویرا نے کی۔ یہ میڈم ایک ہفتے سے سہیلیوں کو بلا کر ڈھولکی رکھ کر بیٹھی تھیں۔ اسکے بابا سے شکایت کی تو بولے اسکی خوشی ہے، مت روکو۔۔ فاخرہ کے لہجے میں شکایت سے زیادہ محبت تھی۔

ٹھیک ہی کہا بھائی جان نے، یہی تو ہنسنے بولنے کے دن ہوتے ہیں اور پھر خوشی کا موقع ہے بچیاں ناچ گانا نہیں کریں گیں تو کیا ہم بوڑھے کریں گے۔۔ رشدہ نے بھی اسی کی سائیڈ لی۔ آخر ہونے والی بہو جو تھی۔

پھوپھو ہونا بھی اس لئے یہ سب کہہ رہی ہو۔۔ ایک بار ساس بن جاؤ گی نا تو روز مجھے شکایتوں بھرے کال کیا کرو گی۔۔ فاخرہ بھی آج بہترین موڈ میں تھی۔ اللہ نے اتنی

بڑی مشکل آسان کردی تھی۔جب سے سویرا کی شادی طے ہوئی تھی وہ خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھیں۔

بہو نہیں بیٹی بنا کر لے جاؤں گی اور مجھے یقین ہے میر بیٹی اپنی ہر ذمہ داری بہت اچھے انداز میں پوری کرے گی۔۔رشیدہ فوراً بولیں۔اسی وقت لڑکے والوں کی آمد کی اطلاع ملی اور سب لوگ انکے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے۔

بڑی دیر کردی۔۔ہم تو کب سے آپ لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں۔فاخرہ اور ثمینہ مسکراتے ہوئے ایک دوسرے سے گلے ملیں۔

دراصل بازل کو لاسٹ منٹ پہ ایک ایمر جنسی ہو گئی۔بس اسی وجہ سے ہم بھی لیٹ ہو گئے۔۔فاخرہ کا ہاتھ تھامے ثمینہ نے اپنے دیر سے آنے کی وجہ بتائی۔بازل اب بھی انکے ساتھ نہیں تھا یہ بات سب کو حیران کر رہی تھی اسی لئے ثمینہ کا لہجہ بھی معذرت والا تھا۔

اللہ خیر کرے، بازل بیٹا ٹھیک تو ہے نا؟وہ آپکے ساتھ نہیں آیا۔۔فاخرہ کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔اس خوشی کے موقع پہ ایسی خبر کسی کے بھی اوسان خطا کر سکتی ہے۔

الحمدللہ بازل بالکل خیریت سے ہے۔سائیٹ پہ ایک حادثہ ہو گیا تھا بس وہاں ہی بزی تھا میری بات ہوئی ہے اس سے،کچھ دیر میں پہنچ جائے گا۔۔بازل کی نئ فیکٹری کی تعمیر چل رہی تھی۔وہ بہت جلد ایک نیا یونٹ کھول رہا تھا۔اسی تعمیراتی کام کے دوران زیر تعمیر عمارت کا کچھ حصہ گر گیا تھا۔یہ ایک غیر متوقع صورتحال تھی اور عین مہندی والے دن یہ حادثہ سب کو ہی بوکھلا گیا تھا۔بازل اپنے کام کے معاملے میں بہت کنٹرول طبیعت رکھتا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کسی قسم کی کوتاہی کی وجہ سے اسے کسی اسکینڈل کا سامنا کرنا پڑے۔۔یہاں تو کوئی مزدور زخمی ہو گئے تھے۔ثمینہ نے مختصر الفاظ میں اصل بات بتائی۔وہ خود بہت اپ سیٹ تھیں۔آخر یہ اسکی شادی کا فنکشن تھا۔اسکے بغیر تو ممکن نہیں تھا لیکن فون پہ وہ انہیں تسلی دے چکا تھا کہ وہ لازمی پہنچے گا۔

اچھا آپ کھڑی کیوں ہیں،آیئے بیٹھتے ہیں۔۔خود کو کمپوز کرتے ہوئے فاخرہ نے سب رشتے داروں سے انکا تعارف کروانا شروع کیا۔سویرا سے مل کر ثمینہ اپنی قریبی دوست زینب کے ساتھ سامنے رکھے ایک صوفے پہ بیٹھ گئیں لیکن انکا دھیان بازل کی طرف ہی تھا۔ایک بار پھر اس نے اپنا سیل فون نکالا اور بازل کو کال ملائی۔اسے ایک بار پھر جلدی آنے کی تنبیہہ کر کے وہ اب کچھ ریلیکس لگ رہی تھی۔

بازل بختیار، کاروباری دنیامیں چمکنے والے ستارے کی مانند تھا۔ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور کامیاب بزنس مین۔۔اسکے والد کاانتقال بچپن میں ہوچکا تھا۔ثمینہ نے تنہا اسکی پرورش کی۔حال ہی میں اس نے اپنے والد کے درمیانے درجے کے کاروبار کوری اسٹیبلش کیا تھااور بہت وقت میں ترقی کی کئی منزلیں طے کرلی تھیں۔عمر کے تیس سال مکمل کرنے کے باوجود وہ اب تک غیر شادی شدہ تھا۔اپنی پرکشش شخصیت کی بدولت اسے اپنی سوسائٹی کی لڑکیوں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے کوئی تردد نہیں کرناپڑتا تھاوہ اسکے گردیوں منڈلاتی تھیں جیسے شمع کے گرد پروانے لیکن وہ ثمینہ کے وعدے کا پاس رکھ رہا تھا کہ بہو تو وہ اپنی مرضی اور پسند کی لے کر آئے گی۔یوں بھی وہ خود کو بزنس کے معاملات میں اتنا غرق کر چکا تھا کہ اسے شادی کے نام پر ذمہ داریاں اٹھانے میں کوئی کشش محسوس نہیں ہوتی تھی۔

سویرا کی تصویر دیکھ کر ہی ثمینہ نے یہ رشتہ اپنی طرف سے فائنل کرلیا تھااور جب وہ یہ رشتہ طے کرچکی تھی تو بازل اس بات پہ انکار کرنے والا کول ہوتا تھالھذا ایک فرمانبردار بیٹے کی طرح اس نے ماں کی خواہش کااحترام کرتے ہوئے سر جھکادیا تھا۔

چوکیدار مودب انداز میں مین گیٹ کھولے کھڑا تھا۔جیسے ہی سیاہ مرسڈیز پورچ میں داخل ہوئی اس نے پھرتی سے دروازہ لاک کیااور جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ کادروازہ

کھولا۔چوکس انداز میں اسکا ہاتھ ماتھے تک سلام کے لئے اٹھا۔سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیتا وہ تیزی سے گھر کے اندر چلا گیا۔اسکے چہرے پہ سنجیدگی تھی۔ تھکاوٹ کے باوجود وہ خاصا چست تھا۔

دائیں ہاتھ سے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے اس نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا۔ سامنے بیڈ پہ اسکے کپڑے ریڈی رکھے تھے۔

ممی بھی نا۔۔سر ہلاتے ہوئے وہ زیرِلب بولا اور تمام تر تھکاوٹ کے باوجود اسکے لبوں پہ ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔اپنے سوٹ کی جیکٹ اتار کر اس نے بستر پہ اچھالی۔اسکا رخ باتھروم کی طرف تھا۔یقیناً آج کا دن بے حد تھکا دینے والا تھا لیکن اسکے پاس یہ سوچنے کے لئے وقت بالکل نہیں تھا۔وہ پہلے ہی لیٹ ہو چکا تھا اور نہیں چاہتا تھا اسکی وجہ سے اسکی پیاری ماں کا موڈ خراب ہو۔ محض دس منٹ میں شاور لے کر وہ خاصا فریش محسوس کر رہا تھا۔سفید شلوار قمیض میں اسکی شخصیت باوقار لگ رہی تھی۔ چھ فٹ قد،گوری رنگت،ذہین آنکھیں اور تیکھے نقوش۔۔۔وہ ہمیشہ کی طرح پرکشش دکھ رہا تھا۔ڈریسنگ ٹیبل سے اس نے اپنا پسندیدہ کلون اٹھایا۔اسکی مہک میں اب اس مہنگے کلون کی مہک شامل ہو چکی تھی۔ماتھے پہ بے ترتیبی سے بکھرے بالوں میں

انگلیاں چلاتے وہ اپنی تیاری سے نا صرف مطمئن تھا بلکہ کچھ کچھ فخر بھی محسوس کر رہا تھا یا شائد پسِ پردہ دل کے کسی کونے میں سبقت لے جانے کا ہلکا سا تکبر بھی چھپا تھا۔ بیڈ سائیڈ ٹیبل سے اپنا والٹ، قیمتی گھڑی، موبائل اور گاڑی کی چابی اٹھا کر وہ تیزی سے کمرے سے نکل گیا۔

اس سے پہلے کہ ایک بار پھر ثمینہ کی کال آ جائے اسے جلد سے جلد وہاں پہنچنا تھا۔

⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜

کیا سوچ رہی ہو زینب؟ وہ پوچھے بنا رہ نہیں پائی۔

میں نے تمہیں آج سے پہلے اتنا خاموش نہیں دیکھا۔ وہ اسکی س سے قریبی سہیلی تھی۔ دونوں کالج کے زمانے کی دوست تھیں۔ آج تیس سال بعد بھی انکے درمیان تعلقات ہمیشہ کی طرح گہرے تھے۔ خاوند کی وفات کے بعد زینب اسکی بہت بڑی سپورٹ تھی۔

تم نے سویرا کا انتخاب کیوں کیا؟ وہ گہری نظروں سے اسٹیج پہ بیٹھی سویرا کے ساتھ ثانیہ کو دیکھ رہی تھی۔ شوخ انداز میں ہنستی مسکراتی ثانیہ، ابیہا کے ساتھ مل کر سویرا سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔ ثمینہ کی نظروں نے زینب کی نگاہوں کا تعاقب کیا۔

NEW ERA MAGAZINE

کیوں ؟؟؟ایک تامل کے بعد وہ دوبارہ بولیں۔کیا کمی ہے سویرا میں زینب؟زینب کے چہرے کے تاثرات سے واضح تھا کہ وہ الجھن کا شکار ہے۔

کمی تو کوئی نہیں،ماشاءاللہ سویرا بھی بڑی پیاری لڑکی ہے۔وہ کچھ گڑ بڑا کر بولی۔لیکن میرا خیال ہے اگر تم بازل کے لئے سویرا کی بجائے ثانیہ کا انتخاب کرتی تو زیادہ مناسب تھا۔اب دیکھو نا ہمارا بازل کتنا ہینڈسم اور اسمارٹ ہے۔ماشاءاللہ ایک کامیاب بزنس مین اور اس پہ اتنی پر کشش شخصیت،یہ لڑکی اسکے ساتھ بہت سوٹ کرتی۔اپنی آخری بات پہ زور دیتے ہوئے اس نے ثمینہ کی طرف دیکھا۔جس کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

تم چاہتی ہو اپنا لائق فائق،شاندار بیٹا کسی ایسی لڑکی کی جھولی میں ڈال دیتی جو اپنی

اداؤں اور حسن سے اسے چار دن میں ہاتھوں پہ ڈال لیتی اور مجھے سائیڈ آوٹ کر دیتی۔ وہ خاصی سنجیدہ تھی۔زینب کو انکی بات سن کر اچھا خاصا شاک لگا تھا۔

تم ایسا کیوں سوچتی ہو ثمینہ،تمہارا بیٹا تم پہ جان چھڑکتا ہے۔اب دیکھو نا تم نے جہاں کہا،جس سے کہا اس نے شادی کے لئے ہاں کر دی۔پھر کیا ضروری ہے کہ تم دل میں

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ایسے فضول خدشات پالو۔۔ثمینہ نے پہلو بدلا۔

اسی چیز کا توڑ رہے زینب۔۔ بازل میری کائنات کا مرکز ہے اور میں ہر گز برداشت نہیں کر سکتی ایک کل کی لڑکی آکر اسے مجھ سے چھین لے۔اسکے لفظوں میں چھپا خوف اسکے لہجے سے جھلک رہا تھا۔زینب نے ہمدردانہ انداز میں ثمینہ کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا اور اسے تسلی دینے والے انداز میں دبایا۔

یہ اچھی سلجھی ہوئی لڑکی ہے اور شکل وصورت کے حساب سے بھی او کے ہے۔ان دونوں کی نظریں اب بھی اسٹیج پہ بیٹھی ثانیہ پہ ہی مرکوز تھیں۔سامنے میز پہ رکھی مہندی کی تھالی ابیہا کے ہاتھ میں تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ تھالی ثانیہ کے شرارے پہ جا گری۔وہ گھبرا کر اٹھی اور اپنا لہنگا صاف کرنے لگی۔اسکے چہرے پہ مایوسی تھی۔مہندی کا نشان نمایاں نظر آرہا تھا۔ابیہا نے شرمندگی سے معذرت کی۔ثانیہ نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا اور پھر اگلے ہی پل وہ سٹیج سے اتر گئی۔ثمینہ اور زینب کی نگاہیں اب بھی اسی کے تعاقب میں تھیں۔اسکا رخ گھر کی طرف تھا۔

سلجھی ہوئی تو یہ بھی لگتی ہے ثمینہ، مجھے یہ بہت اچھی لگی۔زینب اپنے دل کی بات کہے بنا نہیں رہ سکی۔

ثمینہ نے سنجیدہ انداز میں زینب کی طرف دیکھا۔

یہ سب تمہارے ذہن کا فتور ہے کیونکہ تم بازل کے لیے بہت پوزیسو ہو کر سوچ رہی ہو۔ مرد کو اپنے بس میں کرنے کے لیے فقط خوبصورتی کافی نہیں۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے یہ کام سویرا نہیں کر پائے گی۔ تمہیں بازل پہ اعتبار ہونا چاہیے۔۔ زینب نے اسے سمجھانے کی ایک اور کوشش کی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ وقت ان باتوں کا نہیں لیکن اسے ثمینہ کی فکر تھی۔ وہ اسکے خدشات کو ختم کرنا چاہتی تھی۔ مسئلہ اب یہ نہیں تھا کہ بازل کی شادی کس سے ہونی چاہیے بلکہ مسئلہ ثمینہ کی سوچ تھی۔ جوانی میں بیوگی کا غم سہہ کر اس نے بازل کی بہترین انداز میں پرورش کی تھی۔ اپنے تمام وسائل بروئے کار لا کر اسکو اعلیٰ تعلیم دلوائی اور آج جب وہ معاشرے میں اعلیٰ مقام حاصل کر چکا ہے، ثمینہ کو اس پہ فخر ہے تو اسے ساتھ ہی ساتھ یہ خوف بھی ہے کہ کہیں شادی کے بعد وہ اسے چھوڑ نہ دے یا اسے پہلے جیسی توجہ نہ دے پائے۔۔

تم بازل کو نہیں جانتی زینب۔ اسکا ٹیسٹ بہت مختلف ہے۔ اسکی سوچ بہت اونچی اور انتخاب بہت اعلیٰ ہے۔ میں جانتی ہوں وہ ambitious ہے۔ اتنے کم وقت میں

اتنا بڑا مقام کوئی یونہی نہیں بنالیتا۔اس نے یہ شادی فقط میری خوشی کے لئے کی ہے ورنہ اسکے ارد گرد خوبصورت لڑکیوں کا ہجوم کم نہیں تھااور میری خوشی کی خاطر وہ اس لڑکی کو اسکی صحیح جگہ پہ رکھے گا۔ ثمینہ کے انداز میں یقین تھا۔زینب کو پہلی بار احساس ہوا کہ جتنا وہ انہیں جانتی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ گہری ہیں۔شائد یہ اسکے حالات ہیں جنہوں نے اسے اس نہج پہ سوچنے پہ مجبور کر دیا ہے یا پھر اکلوتی اولاد سے بے تحاشہ محبت جس میں کسی دوسرے کو شرکت کی اجازت نہیں۔زینب کچھ کہنا چاہتی تھی مگر سامنے سے آتے بازل کو دیکھ کر یکدم رک گئی۔سفید شوار قمیض میں وہ اپنی آن بان کے ساتھ دھیمے قدموں سے چلتا آرہا تھا۔۔۔ثمینہ کو دیکھ کر اسکے سنجیدہ چہرے پہ مسکراہٹ ابھری۔ثمینہ کی آنکھیں بھی بیٹے پہ مرکوز تھیں۔

کتنا انتظار کروایا ہے،سب لوگ پوچھ رہے تمہارا۔۔وہ اب انکے قریب آ چکا تھا۔ثمینہ نے شفقت سے ماتھا چوما۔

آپکو پتا ہے نا،کتنے میس میں تھا آج۔اب بھی روہیل کو وہاں چھوڑا ہے۔پتا نہیں وہ اکیلا مینیج کر پائے گا یا نہیں۔وہ انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اسکے لہجے سے ظاہر تھا پریشانی بڑی ہے۔

اوہ، ابھی پھر جاؤ گے کیا؟ باذل نے سر ہلایا۔

مجبوری ہے ممی۔ ثمینہ کا موڈ آف ہو چکا تھا۔

چلیں اب جلدی جلدی آپ لوگ اپنا کام کر لیں، میرا کوئی پتا نہیں۔ اس نے شرارت سے کہا۔ فاخرہ بھی اب وہاں آچکی تھیں۔ تینوں ایک ساتھ اسٹیج کی طرف بڑھے جہاں سویرا نروس بیٹھی اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔ مہندی کی رسم شروع ہو چکی تھی۔ سب باری باری آکر دولہا اور دولہن کا منہ میٹھا کروا رہے تھے۔ اسی وقت باذل کا فون بجا۔ روحیل کا نمبر دیکھ کر اس نے جلدی سے کال اٹینڈ کی۔

کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا؟ ثمینہ کا ہاتھ تھامے وہ اسٹیج سے اتر آیا تھا۔ اسکے چہرے کی مسکراہٹ اب پریشانی میں بدل چکی تھی۔

ممی، معاملہ بڑھ رہا ہے۔ کوئی چینل والے پہنچ گئے ہیں۔ بلاوجہ چھوٹی سی بات کی بریکنگ نیوز بن جائے گی۔ میں جا کر ہینڈل کرتا ہوں۔۔

اسی وقت فاخرہ اور رضا حیدر بھی وہاں چلے آئے۔ انکے چہروں پہ بھی تفکر نمایاں تھا۔

ابھی تو فنکشن شروع ہوا تھا او باذل جانے کی بات کر رہا تھا۔

معذرت چاہتا ہوں۔ اس وقت مجبوری ہے جانا ہو گا۔ اپنی شخصیت کے برخلاف وہ بہت شائستہ انداز میں بولا اور ثمینہ جانتی تھی یہ اسکی وجہ سے ہے۔ ورنہ باذل سب کو بہت فاصلے پہ رکھتا ہے۔ وہ اپنی مرضی کا مالک تھا اور چھوٹی چھوٹی باتوں پہ معذرت

کرنا اسکی طبیعت کا حصہ نہیں تھا۔

ہم سمجھ سکتے ہیں بیٹا۔اللہ آپکو آسانی دے۔رضا حیدر نے بات کو زیادل تول دینا مناسب نہ سمجھا۔وہ انکا داماد تھا اور اسکی پریشانی،انکی اپنی پریشانی تھی۔اس وقت وہ کوئی بدمزگی نہیں چاہتے تھے۔ثمینہ کو آنکھوں ہی آنکھوں میں الوداع کہہ کر بازل فوراً ہی وہاں سے چلا گیا تھا۔اچانک ہی سارا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

ٹھیک اسی وقت ثانیہ گھر کی مین انٹرنس سے نکل کر لان میں آئی۔

بازل بھائی ابھی تک نہیں آئے؟وہ کپڑے بدل چکی تھی۔نارنجی کامدار شارٹ شرٹ اور ٹراؤزر میں وہ بہت پر کشش لگ رہی تھی۔فاخرہ نے مختصر الفاظ میں ساری بات بتائی۔اسکا چہرہ یکدم اتر گیا۔

اتنی جلدی آکر چلے بھی گئے۔۔اسکی آواز میں حیرت تھی۔

میں تو ابھی ملی بھی نہیں،میں نے رسم بھی کرنی تھی۔ اسکا موڈ فل خراب ہو چکا تھا۔

کچھ دیر پہلے کا سارا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔سب لوگ اب کھانے کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ایہا،سویرا کے پاس بیٹھی تھی۔ان دونوں کی نظریں ثانیہ اور اسکے ساتھ کھڑے فاخرہ اور رضا حیدر پہ تھیں جبکہ ثمینہ واپس زینب کے برابر صوفہ پہ جا کر بیٹھ گئیں تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اب سب رسمیں کل کر لینا اور مل بھی لینا۔ چلو موڈ ٹھیک کرو شاباش اور جا کر دیکھو سویرا کو۔۔۔۔۔۔ وہ اپ سیٹ لگ رہی ہے۔ فاخرہ نے اسکا منہ تھپتھپایا۔ واقعی اپنی باتوں میں وہ لوگ سویرا کو تو بھول ہی گئے تھے۔ پتا نہیں وہ بازل کے اس طرح بھاگم بھاگ چلے جانے پہ کونسے وسوسوں میں گھری ہو گی۔

رضا حیدر کی فیملی کا شمار کھاتے پیتے متمول خاندانوں میں ہوتا تھا۔ دونوں میاں بیوی نہایت سلجھے ہوئے اور ملنسار طبیعت کے تھے۔ رضا حیدر کا درمیانے درجے کا ذاتی کاروبار تھا۔ بڑے بھائی ہونے کی حیثیت سے اگر انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی بہن کا خیال رکھا تو فاخرہ نے بھی سسرال میں بڑی بہو ہونے کا بھرم نبھایا۔

خاوند کی وفات کے بعد رشدہ کی مالی معاونت یامبین حیدر کے کاروبار میں انکی مدد کرنے کے باوجود انہوں نے ساری زندگی اس بات کو کبھی جتایا نہیں تھا۔ رشدہ نے ساحر کے لئے ثانیہ کا ہاتھ مانگا تو انہوں نے ایک بار بھی یہاں اپنے اور انکے سوشل اسٹیٹس کو نہیں دیکھا بلکہ بخوشی اس رشتہ کو قبول کیا۔ رشدہ اپنے اکلوتے بیٹے کی خواہش کو ہر صورت پوری کرنا چاہتی تھیں اور ثانیہ انہیں ویسے بھی بہت عزیز تھی۔ ان کی تو کب سے خواہش تھی کہ ثانیہ اور ساحر کی شادی ہو جائے۔ دو سال پہلے منگنی پہ فاخرہ

بمشکل رضامند ہوئی تھیں کیونکہ انہیں یہ خوف تھا بڑھتی عمر کے ساتھ چھوٹی بہن کے پہلے رشتے کا ٹھپہ لگ کر سویرا کی شادی میں اور بھی رخنہ آسکتی ہے لیکن بات خاندان کی تھی تو یہ بھی جانتی تھیں کہ اپنوں تک ہی رہے گی۔ سویرا اور ثانیہ میں چار سال کا فرق تھا۔ سویرا یوں تو بہت سلجھی ہوئی اور قبول صورت بلکہ اچھی پیاری لڑکی تھی لیکن ثانہ سے اگر اسکا موازنہ کیا جائے تو اسکی شخصیت بالکل مانند پڑ جاتی تھی۔ ثانیہ کے لئے منگنی کے بعد بھی رشتوں کی قطار لگی رہی اور سویرا اس دوران مسلسل ریجیکشن کا سامنا کرتی رہی۔ اس گھر سے اگر کسی کو رشتہ جوڑنا تھا تو وہ ثانیہ سے۔۔۔ سویرا سے نہیں۔ اس بات نے سویرا کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

رشتے ناطے سب مقدر کے کھیل ہوتے ہیں اور ہر بات کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے لیکن انسان ازل سے عجلت پسند ہے اور یہی جلد بازی اسکی تکلیف کا باعث بنتی ہے۔

ثانیہ کے دل میں سویرا کے لئے بے تحاشہ محبت تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی اسکی وجہ سے اسے کوئی تکلیف ہو لیکن انجانے میں اسکی تکلیف کی ذمہ دار تھی۔

بہت عرصے تک فاخرہ کو اس بات کا احساس نہیں ہوا اور اگر ہوا بھی تو وہ اس معالے میں کچھ نہیں کر سکتی تھیں کیونکہ کسی نہ کسی طرح ثانیہ کو دیکھ کر رشتہ لے کر آنے والے اپنا ارادہ بدل دیتے۔ انہیں اپنے بیٹے کے لئے چاند سی بہو جو چاہیے تھی اور پھر

ایک دن رشتے کروانے والی صفیہ نے ہی فاخرہ کو مشورہ دیا کہ اگر اس بار اسکی سوجھائی بات کو مدنظر رکھا جائے تو یقیناً بات بنتی نظر آ رہی ہے۔ وہ اس بار پر امید تھی کیونکہ لڑکے کی ماں سویرا کی تصویر دیکھ چکی تھی اور خاصی مطمئن تھی۔ رشتہ بھی ایسا تھا کہ اگر ہاتھ سے نکل جاتا تو فاخرہ ساری عمر افسوس کرتیں اور پھر وہی ہوا۔ صفیہ اور فاخرہ کی پلاننگ کامیاب رہی اور تمام معاملات بخوبی حل ہو گئے۔

ہمیشہ کی طرح گھٹنوں میں سر دیئے وہ بے آواز آنسو بہا رہی تھی۔ سب اپنے کمروں میں سو رہے تھے ایسے میں کسی کو کیا پتا چلتا کا ابیہا کس کرب سے گزر رہی ہے۔ ہمیشہ سب کے سامنے ہنسنے مسکرانے والی ابیہا اپنے دل میں کونسا غم چھپائے بیٹھی ہے۔ اپنی عزیز از جان سہیلی ثانیہ کے لئے کتنی نفرت کو دبا رکھا ہے۔

ثانیہ کو سب سے محبت بٹورنا آتا تھا۔ ہر کوئی اسے شدت سے چاہتا تھا۔ وہ چاہے جانے کے لئے پیدا ہوئی تھی۔ ابیہا کو وہ وقت یاد آیا جب وہ دونوں بی ایس کے تیسرے سال میں تھیں۔ یہ وہی دن تھے جب ابیہا نئی نئی ساحر کی محبت میں مبتلا ہوئی تھی۔ ساحر کا رویہ سب کے ساتھ بہت دوستانہ تھا۔ ابیہا سے اسکی بے تکلفی خصوصی نہیں تھی اور وہ

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یہ بات بہت اچھی طرح جانتی تھی لیکن پھر بھی اسے ساحر کا ہر لفظ، ہر فقرہ ذو معنی لگتا تھا اور پھر ایک دن ثانیہ نے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ ابیہا کو ساحر کی طرف سے ملنے والا پیغامِ محبت سنا کر اپنی چاہت کا راز دار بنالیا۔ابیہا کے خوابوں کا محل چکنا چور ہوا تو ثانیہ سے اسکی دوستی میں پہلی دراڑ ابھری۔وہ خوبصورت تھی لیکن یہ بات وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ثانیہ کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں پھر بھی دِل خوش فہم کو یہ امید تھی کہ ساحر کی توجہ پالے گا پر افسوس۔۔۔اسکی التفات کا مرکز ثانیہ تھی، ابیہا نہیں۔پتا نہیں وہ یہ کیسے بھول گئی تھی کہ جب جب وہ سامنے ہوتی ہے خاندان کی ہر لڑکی پس پردہ چلی جاتی ہے۔۔۔یہاں تک کے اسکی اپنی سگی بہن بھی۔ابیہا آج تک یہ بات سمجھنے سے قاصر تھی کہ آخر ثانیہ میں ایسی کیا خاص بات ہے جو اس میں نہیں۔ خوبصورت تو وہ بھی ہے، سب یہی کہتے ہیں لیکن پھر کیا وجہ ہے کہ جہاں ثانیہ رضا ہوتی ہے وہاں اس سمیت کوئی دوسرا نظروں میں نہیں آتا۔

اس درد نے اسکے اندر آگ لگادی اور ہر دن اس جلن میں اضافہ ہوا کیونکہ ثانیہ اس سے ہر وہ بات شیئر کرتی جو ساحر سے متعلق ہوتی۔وہ ہنستے ہوئے سنتی، خود پہ جبر کرکے مسکراتی پر اپنا بھرم قائم رکھتے ہوئے اس نے کبھی ثانیہ پہ یہ راز نہ کھلنے دیا تھا کہ اسکے

دل میں آج بھی ساحر کے لئے جنون کی حد تک محبت بھرے جذبات موجود ہیں۔

اچانک اسے ہر شے سے وحشت ہونے لگی تھی۔اپنے ارد گرد اسے کچھ بھی ٹھیک نہیں چاہیے تھا۔وہ سب کچھ جلا کر راکھ کر دینا چاہتی تھی۔۔۔ہاں سب کچھ۔اور اس ست کچھ میں ساحر اور ثانیہ کی محبت سرِفہرست تھی۔

♆♆♆♆♆♆♆♆♆♆♆♆♆♆♆♆

سرخ جوڑے میں وہ عرش کی حور نا سہی پر اس سے کم بھی نہیں لگ رہی تھی۔سرخ لہنگے پہ سلور اور گولڈن کا امتزاج لئے جگنوؤں کی طرح ٹمٹماتے نگینے،اسکی میچنگ بھاری جیولری اور اس پہ ستم اسکا معصوم چہرہ جو بھاری برائیڈل میک اپ کے باوجود اپنی رعنائی برقرار رکھے ہوئے تھا۔کانپتے ہاتھوں سے نکاح کے کاغذات پہ دستخط کرتے ہوئے وہ اپنی آنکھوں کے رستے دل کا غبار نکالنا چاہتی تھی لیکن ثانیہ نے اسے روک لیا وہ دوپہر سے مستقل اسکے ساتھ تھی۔ایک منٹ کے لئے بھی اس نے سویرا کو اکیلا نہیں چھوڑا تھا۔وہ اس سے بے تحاشہ محبت کرتی تھی اور آج کے دن اسے اسکے خاص ہونے کا احساس دلانا چاہتی تھی۔کل رات سے سویرا الجھی الجھی سی تھی اور ثانیہ کے لاکھ پوچھنے پر بھی اس نے ثانیہ کو کچھ نہیں بتایا تھا لیکن اتنا تو اسے اندازہ تھا کہ وہ بازل کی

وجہ سے ڈسٹرب ہے۔۔۔وہ کونسی بات ہے جو سویرا کو اداس کر رہی ہے،ثانیہ اس سے ناشنا تھی۔

امی کہہ رہی ہیں میں آپکو باہر لے کر آؤں۔برائیڈل روم کے کاؤچ پہ بیٹھی سویرا اپنی ہی سوچوں میں گم انگلیاں مروڑ رہی تھی۔سویرا خود بھی یہ بات سمجھنے سے قاصر تھی کہ آخر ایسی کرنسی بات ہے جو اسے پریشان کر رہی ہے۔

وہ اسلئے پریشان ہے کیونہ اسکی شادی ہو رہی ہے اور ایک نئی زندگی کا آغاز ہو رہا ہے یا اسکی شادی اس شہر کے ایک مشہور اور کامیاب بزنس مین سے ہو رہی جس کی پرکشش شخصیت اور ذہانت کے قصیدے وہ اس دن سے سن رہی ہے جب سے یہ رشتہ طے ہوا ہے یا پھر سویرا کی پریشانی کی وجہ کل رات سے وابستہ ہے جب ایک مختصر عرصے کے لئے بازل اسکے برابر بیٹھا مگر وہ اس سے بہت دور تھا۔

ایکدم اجنبی۔۔۔اسکا سرد رویہ سویرا کو اندر ہی اندر کھا رہا تھا۔

فاخرہ نے کہا وہ پریشان تھا،ثانیہ نے اسے ہر طرح مطمئن کرنے کی کوشش کی،ثمینہ نے بارہا اسے بازل کی حالیہ پریشانی کا بتایا۔۔۔وہ سمجھ رہی تھی،سمجھنا چاہتی تھی پھر بھی وہ بے چین تھی۔اسکی ایک نظر،ایک مسکراہٹ سویرا کو مطمئن کر سکتی تھی،شاد کر سکتی تھی پر ایسا نہیں ہوا۔بازل نے اسے نظر بھر کر بھی نہیں دیکھا تھا۔اسکا کمپلیکس

اور بھی بڑھ گیا تھا۔فرسٹریشن اور بھی گہرا ہو گیا تھا۔

آپی پلیز،اپنے چہرے کے زاویے توٹھیک کرو،سب لوگ کہیں گے کیسی دولہن ہے جو تھوڑاسا بھی نہیں مسکرا رہی۔۔اسے انگلیاں مروڑتے سوچ میں ڈوبے دیکھ کر ثانیہ کا ضبط ختم ہو گیا تھا۔

شادی والے دن تولڑکیوں کے اندر خوشی سے لڈو پھوٹ رہے ہوتے ہیں اور تم ہو کہ پتا نہیں کونسی فضول سوچوں میں گم ہو۔ثانیہ نے اسکا ہاتھ تھام لیا۔اسے حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔سویرا کا ہاتھ نہایت سرد تھا۔محبت سے اس نے اسکے دونوں مہندی لگے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے ہاتھوں میں بھینچ کر گرم کرنے کی کوشش کی۔

ڈر لگ رہا ہے۔۔وہ اچانک بولی اور ثانیہ کی ہنسی نکل گئی۔سویرا نے اس بے موقع ہنسی پہ آنکھیں دکھائیں۔

وہ Monster نہیں تمہارا شوہر ہے اور ٹرسٹ می تم آج اتنی خوبصورت لگ رہی ہو آپی کہ monster بھی عاشق ہو جائے گا۔پیار سے پچکارتے ہوئے ثانیہ نے اسکا اعتماد بحال کرنا چاہا۔

اب چلیں؟ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پہ لائے سویرا نے سر ہلایا۔اسکا ہاتھ تھامے ثانیہ

اسے برائیڈل روم سے باہر لے آئی۔وہ دونوں اب اسٹیج کی طرف جارہی تھیں۔

جو نظروں کو بھا جائے اسے نظر انداز کرنا آسان ہوتا ہے پر جو سیدھا دل میں اتر جائے اسے کیونکر بھلایا جاسکتا ہے۔وہ بھی آنکھوں کے رستے سیدھی اسکے دل میں اتر گئی تھی اس پل جب پہلی بار اس نے اسے دیکھا تو اندازہ ہوا کہ حسن کس بلا کا نام ہوتا ہے۔ سرخ رنگ شاید ہی کسی پہ اتنا اچھا ہو گا جتنا اس پر سج رہا تھا۔اسکی ماتھے کی بندیا کے چمکتے نگینوں سے زیادہ دمک ان دو آنکھوں میں تھی جو شاید اس دنیا کی سب سے پر کشش آنکھیں تھیں۔وہ مجمع میں کھڑی سب سے جدا لگ رہی تھی۔وہ دھیمے قدموں سے چلتی اسکی طرف آرہی تھی اور اسے لگا اس پل زمانہ ٹھہر گیا ہے۔ایک ہاتھ سے سویرا کا بازو تھامے وہ شوخ مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجائے پر شوق نظروں سے اسکی طرف دیکھتی اسٹیج کی طرف بڑھ رہی تھی۔بازل نے حسرت و شوق سے اسکی طرف دیکھا اور نگاہ ہٹانا بھول گیا تھا۔اس لمحہ وہ نہ تو اس شہر کا مشہور بزنس مین اور انٹیلیکچوئل تھا اور نہ ہی ایک میچور اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان۔۔۔اسکے متاثر کن حسن کے سامنے ہتھیار ڈالے وہ حیران نظروں سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا اور پھر اسی پل اسکی نگاہ ساتھ چلتی سویرا پہ پڑی جو ثانیہ کا ہاتھ تھامے دھیمے قدموں سے چلتی اس کی طرف آرہی تھی۔چند لمحے پہلے دل کی دنیا میں سبھی رنگوں کی محفل بے نور ہو گئی تھی۔اسکی ہونٹوں کی

مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔سویرا اب ثانیہ کے ساتھ اسٹیج پہ پہنچ چکی تھی۔وہ بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔اسکی نظریں اب بھی ثانیہ پہ تھیں جو سویرا کو بیٹھنے میں مدد کر رہی تھی۔ ارد گرد سب کو یہی محسوس ہوا کہ وہ سویرا کی وجہ سے کھڑا ہوا ہے۔اسکے پاس موجود لوگ بہت کچھ کہہ رہے تھے پر اس وقت اسے کسی کی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ اس وقت وہ صرف اپنے دل کی سننا چاہتا تھا جس پہ خود سے چند قدم دور کھڑی اس دیوی نے اپنے کراماتی حسن کا جادو کر دیا تھا۔وہ اسے پر شوق نظروں سے دیکھ رہی تھی اور بے تحاشہ مسکرا رہی تھی اور پھر وہ اسٹیج سے چلی گئی۔بازل کو لگا کہ چراغوں میں اب روشنی نہ رہی۔وہ اب بھی بیوقوفوں کی طرح وہاں کھڑا تھا۔

چلو سب ذرا ادھر ادھر ہو جاؤ،اب میری باری ہے۔اسکی پیاری راج دلاری بہن کی شادی تھی اور دودھ پلائی کی رسم کرنے کا تو اسے ویسے بھی بے حد شوق تھا۔وہ شوخ انداز میں کہتی دودھ کا سجا ہوا گلاس تھامے اسٹیج پہ آگئی تھی۔آج پہلی بار اسکا سامنا بازل سے ہو رہا تھا۔اس نے بس اسکی تصویر ہی دیکھی تھی اور پہلی نگاہ میں ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ بازل کی تصویر اسکی شخصیت کا دس فیصد بھی نہیں ہے۔وہ واقعی کسی بھی لڑکی کے خوابوں کا شہزادہ ہو سکتا ہے۔سویرا کو اسٹیج پہ بٹھاتے وقت ثانیہ نے اسکے چہرے پہ جو سنجیدگی اور غرور دیکھا تھا وہ اس پہ سچ میں جچتا تھا۔وہ اپنی کلاس کا نمائندہ بس ایک نگاہ سے بیسیوں دلوں کو گھائل کرنے کی قدرت رکھتا تھا۔

لگتا ہے ثانیہ دودھ پلائی میں بھاری تحفے کا مطالبہ کرنے والی ہے۔۔مجمع کو پرے دھکیلتی اپنا بھاری لباس سنبھالے سبھج سبھج چلتی وہ مسکراتی ہوئی اسکے بالکل سامنے آ بیٹھی تھی۔

حق بنتا ہے میرا، آخر اکلوتی سالی جو ٹھہری۔۔وہ ایک ادا سے بولی تھی۔بازل اس پل اسی کو دیکھ رہا تھا۔ثانیہ نے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایا جس میں اس نے گلاس تھاما ہوا تھا اور بازل نے بڑے استحقاق کے ساتھ گلاس پکڑنے کی بجائے ثانیہ کی انگلیوں پہ اپنا دایاں ہاتھ رکھ دیا۔ایک پل کو دونوں کی نظریں ٹکرائیں۔کچھ عجیب سی آگ تھی ان آنکھوں میں کہ ثانیہ کو اپنا وجود جلتا ہوا محسوس ہوا۔ارد گرد بہت سے لوگ جمع تھے لیکن کسی کا بھی دھیان اس طرف نہیں گیا تھا۔دودھ کا گلاس لبوں سے لگائے وہ اب بھی اپنے ہاتھ سے اسکی کانپتی انگلیوں کو روکے ہوئے تھا۔ثانیہ کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

تو پھر کیا پیش کروں اکلوتی سالی جی! اگلے ہی پل اسکے ہاتھ کی گرفت ثانیہ کے ہاتھ پہ نرم پڑی تو ثانیہ نے جلدی سے گلاس میز پہ رکھ دیا۔وہ اٹھنے ہی والی تھی جب بازل شرارت سے اسکی طرف جھک کر شرارتی انداز میں بولا۔سب لوگ شور مچا رہے تھے اور ثانیہ کو مشورے دے رہے تھے مگر وہ صرف حیرت سے بازل کی طرف دیکھ رہی تھی۔اس نے کن انکھیوں سے سویرا کو دیکھا۔وہ بھی مسکراتے ہوئے ثانیہ کو دیکھ رہی

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تھی۔گھونگٹ کی اوٹ سے اس نے سر ہلا کر ثانیہ کو اپنا مطالبہ بتانے کا کہا۔وہ اب خاصی مطمئن نظر آ رہی تھی اور پہلے والی کنفیوژن کی جگہ اب اسکے چہرے پہ بھرپور اطمینان تھا جو یقیناً اپنے ساتھ بیٹھے بازل کے خوشگوار موڈ کی بدولت تھا۔ثانیہ کے ہونٹوں سے کوئی بھی لفظ نہ نکلا لیکن وہ یہاں سے ایسے اٹھ نہیں سکتی تھی۔بہت محتاط انداز میں گلاس کے نیچے رکھی چھوٹی پلیٹ اٹھا کر ثانیہ نے نسبتاً فاصلے سے بازل کی طرف بڑھائی بازل کی لو دیتی نظروں سے اسکے گال جل رہے تھے۔وہ مستقل اسے دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور بنا دیکھے بہت سے نوٹ ثانیہ کے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ میں رکھ دیے۔سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ثانیہ ایک جھٹکے سے وہاں سے اٹھی اور سب کو پیچھے دھکیلتی بہت دور چلی گئی۔ہال کے کونے میں رکھی میز پہ پلیٹ بمعہ پیسے پٹختے ہوئے اسکا پورا جسم کانپ رہا تھا۔

کیا ہوا ثانیہ،سب خیریت تو ہے نا۔تم اچانک وہاں سے چلی کیوں آئی؟ایہا کی آواز پہ چونک کر اس نے پیچھے دیکھا جو آنکھوں میں کئی سوال لئے اسکو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ایک پل کو ثانیہ کو شک گزرا اس نے بازل کو اسکا ہاتھ پکڑے دیکھا ہوگا لیکن وہ تو سب نے ہی دیکھا تھا لیکن یہ سب ایک اتفاق سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے یہی سوچ کر کسی کے بھی ذہن میں ایسا کوئی منفی تاثر نہیں ابھرا پر ثانیہ کی بے چینی بھی غلط نہ

تھی۔

اسکی انگلیوں پہ بازل کے مضبوط ہاتھ کا دباؤ وہ اب تک محسوس کر رہی تھی۔

میری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ایہا، شائد تھکاوٹ اور اتنی بڑی گیدر نگ کی وجہ سے دل عجیب سا ہو رہا ہے۔ثانیہ جلدی سے برائیڈل روم کی طرف چلی گئی اور ایہا نے حیرت سے پہلے ثانیہ کو اور پھر میز پہ رکھے ان نوٹوں کے پلندے کو دیکھا جس کو وہ دیکھے بناء چھوڑ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Arsdhd|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس نے اب تک اپنا لباس تبدیل نہیں کیا تھا۔وہ انہی بھاری کپڑوں اور زیورات کے ساتھ بیڈ پہ آلتی پالتی مارے لیپ ٹاپ سامنے رکھ کر بیٹھی ہوئی تھی۔حالانکہ اس وقت ذہن خاصہ الجھا ہوا تھا لیکن ساحر کی فرمائش تھی کہ وہ اسے سجا سنورا دیکھنا چاہتا ہے تو تمام تر تھکاوٹ، ذہنی انتشار اور پریشانی کے باوجود وہ طے شدہ وقت کے مطابق اس سے بات کر رہی تھی۔یہ اور بات تھی کہ ذہن کسی اور سوچ میں بھٹک رہا تھا۔

یہ کیسی شکل بنائی ہوئی ہے؟ساحر نے سنجیدگی سے کہا تو وہ یکدم چونکی۔

کیا ہوا میری شکل کو۔اس نے پلٹ کر سوال کیا حالانکہ خود بھی جانتی تھی ساحر کا اشارہ کس طرف ہے۔اب وہ اسے کیا بتاتی کہ آج سویرا کی شادی کے وقت جو کچھ ہوا اس نے ایک پل کو ثانیہ کے پیروں تلے سے زمین ہی نکال دی تھی وہ اب تک اس کیفیت سے نکل ہی نہیں پائی تھی۔

آگے پیچھے تو نارمل ہوتا ہے پر آج تو پورے بارہ بجے ہوئے ہیں۔وہ مسکراہٹ دبا کر بولا توثانیہ نے غصیلی نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔

ساحر میں مذاق کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں۔وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

لیکن تمہاری شکل دیکھ کر مجھے تو ہنسی آرہی ہے۔وہ شرارتی انداز میں بولا۔

میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔ثانیہ نے نچلا لب بے دردی سے کاٹا۔

وہ نظر آرہا ہے لیکن پتا تو چلے آخر ہوا کیا ہے؟اسکا انداز تشویش بھرا تھا لیکن یہی تو سب سے بڑی مشکل تھی ثانیہ اسے کچھ بتا ہی تو نہیں سکتی تھی۔اپنے اندر ہو رہی اتھل پتھل کا اظہار کرنے کے لئے اسکے پاس الفاظ نہیں تھے۔

ام۔۔۔وہ۔۔۔کچھ نہیں بس میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ثانیہ گڑبڑا کر بولی۔آج جو کچھ ہوا اسکا ذکر تو اسے ساحر سے بھی نہیں کرنا تھا۔۔

کبھی موڈ ٹھیک نہیں ہے، کبھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔اصل بات یہ ہے کہ تمہارا دماغ ٹھیک نہیں ہے۔اس نے حقیقت پسندانہ انداز میں تبصرہ کیا۔وہ خاموش رہی تھی۔

کم آن ثانیہ، تمہیں مجھ سے باتیں چھپاتے شرم نہیں آتی۔اسکا لہجہ باقاعدہ شرمندہ کرنے والا تھا۔

میں۔۔۔ نہیں تو، میں کچھ بھی تو نہیں چھپا رہی تم سے۔وہ واقعی اپنی بیوقوفی پہ پچھتا رہی تھی۔اسے آج کے دن ساحر سے بات کرنی ہی نہیں چاہیے تھی اور اگر کرنی ہی تھی تو خود پہ قابو رکھنا چاہیے تھا کیونکہ وہ اپنے تاثرات چھپانا سرے سے جانتی ہی نہ تھی۔

جھوٹ بولتے ہوئے تم اور بھی اسٹوپڈ لگتی ہو۔وہ چڑ کر بولا تو ثانیہ کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

کیا مطلب ؟اس نے گھور کر اسکرین کی طرف دیکھا جہاں ہاتھ میں کافی کا مگ تھامے ساحر بڑے ریلیکس موڈ میں بیٹھا نظر آ رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

میں اسٹوپڈ لگتی ہوں ؟دائیں ہاتھ کی انگلی سے اپنی سمت اشارہ کرتے ثانیہ نے تصدیق کی۔

ہمم۔۔۔ تھوڑی تھوڑی۔۔۔اس نے سنجیدگی سے کہا۔

ساحر تم، مجھ سے اب دوبارہ کبھی بات مت کرنا۔وہ تیز لہجے میں بولی۔

ٹھیک ہے تو اشاروں سے کام چلا لوں گا، ویسے تمہیں سائن لینگوئج آتی ہے نا۔ساحر نے کندھے اچکائے۔

میں جا رہی ہوں۔اس نے دھمکی دینے والے انداز میں اپنا ہاتھ لیپ ٹاپ کی طرف بڑھایا۔

ثانیہ سنو تو۔۔اس نے نروٹھے انداز میں دیکھا۔

کب سے پوچھ رہا ہوں ہوا کیا ہے،اب کچھ بتاؤ بھی تو۔ساحر صلح جوئی سے بولا تو ثانیہ بھی کچھ دھیمی پڑی۔

تمہیں بتانے سے کیا ہو جائے گا۔انگلیاں مروڑتے اس نے نظریں چرائیں۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ ساحر کو کیسے سمجھائے۔

آج ہال میں جو کچھ ہوا وہ ثانیہ کے لئے کسی الیکٹرک شاک سے کم نہ تھا۔وہ نہ تو چھوٹی بچی تھی اور نا ہی بیوقوف جو خود پہ اٹھتی کسی مرد کی نگاہوں کا مفہوم نہ سمجھ پاتی اس پہ بازل نے جس دیدہ دلیری سے سب کے سامنے اسکا ہاتھ اچھوا۔۔۔۔۔

بھلے چندپل کو ہی سہی،چاہے اس پہ اتفاق کا ملمع ہی کیوں نہ چڑھا ہوا تھا۔

پر ثانیہ وہ سب اگنور نہیں کر سکتی تھی۔رخصتی کے وقت وہ طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنا کر آگے نہیں ہوئی تھی اور جب سے گھر لوٹی تھی مستقل اپنے کمرے میں بند تھی یہاں تک کہ ایہاسے بھی اسکی بات چیت نہایت سرسری ہوئی تھی حالانکہ ایہانے کریدنے کی بہت کوشش کی مگر یہ بات اتنی معمولی نا تھی کہ ثانیہ اسکا یونہی ڈھنڈورا پیٹتی۔اتنی منتوں مرادوں کے بعد اسکی بہن کی شادی ہوئی تھی اور عین اس موقع پہ وہ منہ سے کوئی بھی الٹی سیدھی بات نکال کر بتنگڑ نہیں بنوانا چاہتی تھی۔

یار دونوں ساتھ مل کر پریشان ہو لیں گے اور کیا؟ساحر کی بات پہ اس نے چونک کر اسکرین کی طرف دیکھا جہاں وہ فل شرارتی موڈ میں تھا۔

ویسے تم آخری بار سیریس کب ہوئے تھے؟اس نے ناامیدی سے سر ہلایا۔
ج تمہیں پرپوز کیا تھا۔ساحر کا جواب برجستہ تھا۔اب کی بار ثانیہ بھی کھل کر مسکرائی تھی۔ساحر کے سوا شائد ہی کوئی ثانیہ رضا کے موڈ کو اتنی جلدی ٹھیک کرنے کا گر جانتا تھا۔باتوں کا رخ بدل چکا تھا اور اب دونوں کے درمیان وہی معمول کی باتیں شروع ہو گئی تھیں۔ساحر سے بات کرتے ہمیشہ کی طرح وقت کا پتا بھی نہیں چلا تھا اور آدھی رات کو اس سے ڈھیروں باتیں کر کے ثانیہ سونے لیٹی تو اسکا وجود بہت ہلکا پھلکا ہو چکا تھا ساحر کی محبت کا حصار اسکے وجود کو گھرے ہوئے تھا مگر اسکے بارہا سوال کرنے پر بھی ثانیہ نے ساحر کو کچھ نہیں بتایا تھا۔اسے اپنی زبان بندر کھنی تھی پھر بھلے ساحر سے اسکی لاکھ بے تکلفی ہو اور ان دونوں کے درمیان کتنا ہی مضبوط اور بااعتماد تعلق کیوں نا ہو وہ اسے یہ سب نہیں بتا سکتی تھی۔

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی اور نیند اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ذہن اتنا منتشر ہو تو ان حالات میں کوئی کیسے سو سکتا ہے۔

بازل خود کو اس وقت دنیا کا احمق ترین انسان تصور کر رہا تھا۔اسے خود پہ دل بھر کر غصہ آ رہا تھا۔وہ وقت یاد آ رہا تھا جب ثمینہ نے پہلی بار اسکی شادی کا قصہ چھیڑا تھا۔ایسا نہیں تھا اسکے ذہن میں اپنی شریک حیات کا کوئی خاکہ نہیں تھا۔اسکے ارد گرد

خوبصورت اور انٹلایکچوئل لڑکیوں کا ایک ہجوم تھا لیکن ان میں سے کوئی بھی اسکے معیار پر پوری نہیں اترتی تھی۔ وہ کم و بیش سب کے ماضی و حال سے بخوبی واقف تھا۔ ان میں کتنی اس سے اسکی پر سنلٹی اور سوشل اسٹیٹس کی بدولت امپریس ہیں اور انکے بریک اپ کی تعداد کیا ہے وہ ان statistics سے بھی آگاہ تھا۔ ان میں سے کوئی ایک لڑکی بھی اس تصور میں فٹ نہیں آتی تھی جو بازل بختیار کی شریک حیات بننے کے معیار پہ پوری اترتی۔ اسے ان میں قطعاََ دلچسپی نہیں تھی۔ اسکے ذہن پہ اس وقت اپنا کاروبار سوار تھا۔ وہ بہت آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ وہاں پہنچنا چاہتا تھا جہاں سے وہ سب کو نظر جھکا کر دیکھے پر اسے دیکھنے والے کے سر کی ٹوپی گر جائے۔ اور اسی دوران اسکی جان سے پیاری ماں نے اسے سویرا کی تصویر دکھائی۔

اچھی ہے۔ تصویر پہ ایک سرسری نگاہ ڈال کر اس نے دو لفظوں میں اپنی رائے کا اظہار کیا تھا اور تصویر واپس میز پر رکھ دی تھی۔

بس اچھی ہے؟ وہ کچھ نالاں نظر آ رہی تھیں۔ اسے سمجھ نہیں آیا وہ اس سے بڑھ کر کیا تبصرہ کرے۔ وہ لڑکی خوبصورت تھی۔ اسکے لباس و انداز سے مشرقیت جھلک رہی تھی سب سے بڑھ کر اسکی آنکھوں میں حیا تھی جو بازل کے ارد گرد منڈلانے والی لڑکیوں میں ہر گز نہیں تھی۔ اسکو ناپسند کرنے کی کوئی ٹھوس وجہ تو بہر حال وہ اس وقت سوچ نہیں سکتا تھا اور اس پہ ثمینہ کا اصرار۔۔۔ کیونکہ انہیں وہ لڑکی بے حد پسند آئی تھی اس

لئے وہ اس سے بازل کی شادی کرنا چاہتی تھیں۔اور آج وہ انکی بے شمار خواہشات میں سے ایک خواہش پوری کر رہا تھا۔وہ جب بھی شادی کرے گا اپنی ممی کی پسند سے ہی کرے گا۔اپنا بار ہا کا کیا ہوا وعدہ وہ آج پورا کر رہا تھا۔لیکن مانبرداری کی یہ قیمت ادا کرنا پڑے گی ایسا تو اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

قیمتی ٹائلوں سے بنے باتھروم میں لگے قد آدم آئینے کے سامنے کھڑے بازل نے لب بھینچے اپنے کالر کے بٹن کھولے۔اسکا غصہ اس وقت شدت اختیار کر چکا تھا۔اپنے کمرے میں سویرا کی موجودگی دماغ میں دھماکے کر رہی تھی۔وہ اس پہ ایک نگاہ ڈالے بغیر باتھروم میں چلا آیا تھا۔وہ اسکی بیوی تھی جس سے اس نے پورے ہوش و حواس میں اپنی مرضی سے شادی کی تھی۔وہ کیسے اسکی اس گھر اور اپنے کمرے میں موجودگی پہ سوال اٹھا سکتا تھا۔اپنا غصہ اس نے باتھروم کے دروازے پہ اتارا تھا۔سویرا نے چونک کر سر اٹھایا لیکن بازل اسکی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔اس عالیشان محل نما گھر کے شاندار کمرے میں بیٹھے اسکا دل پتے کی طرح کانپ رہا تھا اس پہ بازل کی سرد نگاہیں اسے اور بھی ہراساں کر رہی تھیں لیکن وہ اس وقت کچھ بھی کہنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔

وہ آئیڈیل پرست نہیں تھا پر ثانیہ کو پہلی نظر میں دیکھ کر اسے یہی احساس ہوا تھا کہ وہ اسکا آئیڈیل ہے۔اسکے ہاتھ میں سجا ہوا دودھ کا گلاس تھا جو وہ بازل کی طرف بڑھا رہی تھی۔اسکی آنکھوں میں شرارت تھی اور بازل کو وہ آنکھیں اس دنیا کی سب سے حسین

آنکھیں لگ رہی تھیں۔اس وقت اسے خود پہ قابو نہیں رہا تھا۔

وہ اس حسین مجسمے کو ہاتھ بڑھا کر چھو لینا چاہتا تھا۔خود کو اس بات کا یقین دلانا چاہتا تھا کہ وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہا اور اس نے اپنے دل کی سنی تھی۔گلاس پکڑنے کے بہانے اس حسن کی دیوی کو چھوا تھا۔وہ اسکے چھونے سے بے قرار ہوئی تھی یہ اسکی آنکھوں میں لکھا تھا۔ہونٹوں کی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔اسکا کپکپاتا ہاتھ بازل کے ہاتھ کے دباؤ میں تھا۔لب کاٹتے ہوئے اس نے پانی کے چھینٹے اپنے چہرے پہ مارے۔شیشے میں اس وقت اسکا اپنا عکس ناقابل شناخت تھا۔آنکھوں میں وحشت تھی۔منزل سامنے ہو کر بھی اسکی دسترس میں نہ تھی۔اسی پل آئینے میں ثانیہ کی شبیہہ ابھری۔وہ بے تحاشہ مسکرا رہی تھی۔خوش تھی۔اسکی آنکھوں میں جگنو دمک رہے تھے اور پھر اچانک اسکی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی۔یہ وہی پل تھا جب بازل نے ثانیہ کو چھوا۔اسکے چہرے پہ حیرت اور بے یقینی نمایاں تھا۔بے اختیار بازل نے اپنا دایاں ہاتھ لبوں سے لگا تھا۔وہی ہاتھ جس سے کچھ دیر پہلے اس نے ثانیہ کو چھوا تھا۔وہ کمرے میں داخل ہوا تو پھولوں کی سیج پہ بیٹھی سویرا کو دیکھ کر اسکے قدم ایک بار پھر رک گئے۔

زندگی بھی انسان سے کیسے کیسے کھیل کھیلتی ہے۔جو آپ چاہتے ہیں وہ ہو نہیں سکتا۔ پر اس سب میں سویرا کا کیا قصور تھا۔وہ اسے تو سزا نہیں دے سکتا تھا۔کچھ پل سوچتے

ہوئے گزرے اور پھر خود کو بہت حد تک نارمل کرتے ہوئے نپے تلے قدموں سے چلتا بازل، سویرا کے بالکل سامنے آبیٹھا۔ سویرا بیڈ پہ ساکت بیٹھی تھی۔ اس نے سویرا کے چہرے سے گھونگٹ اٹھایا اور مخمل کی ڈبیہ میں رکھی قیمتی ہیروں جڑی انگوٹھی اسکی نازک انگلی میں پہنا دی۔ سویرا کے سینے سے ایک سکون کا سانس خارج ہوا۔ وہ اچانک ہی بہت ریلیکس ہو گئی تھی۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

وہ ڈائنگ ہال میں داخل ہوا تو انہوں نے حسرت اور بے بسی سے دلاور خان کے مایوس چہرے کی طرف دیکھا۔

آج اسکی سالگرہ ہے۔ دلاور خان نے شرمندگی سے سر جھکا دیا۔

میں خود چلی جاتی ہوں اسکے کمرے میں، تم وہیں ناشتہ لگوا دو۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

اس نے منع کیا ہے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ دلاور خان کی بات سن کر انکا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

میں ماں ہوں اسکی۔ وہ بے دم سی ہو کر کرسی پہ گر گئی۔

اسے کچھ وقت دیں، اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا آپا۔ دلاور خان کے پاس ہمیشہ

کی طرح اسکے لئے دلاسے تھے پر اندر سے وہ بھی جانتا تھا اب کچھ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔

علاج مرض کا ہوتا ہے بدگمانی کا نہیں۔

دو سال سے تو کچھ بھی ٹھیک نہیں ہوا اور ہر گزرتے دن کے ساتھ سب کچھ مرید بگڑتا ہی جا رہا ہے۔ وہ تھکے تھکے لہجے میں بولی۔

آس تو سانس کی ڈور کے ساتھ جڑی ہے، مایوسی گناہ ہے اور اگر آپ مایوس ہوں تو اسے کیسے سنبھالیں گیں۔ اللہ پہ بھروسہ رکھیں اور اسکے حق میں دعا کریں۔ ماں کی دعا میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ وہ اسے کیسے سمجھاتی کہ پچھلے دو سالوں سے اسکی زبان سے اس ایک دعا کے سوا شائد ہی کوئی دوسری دعا نکلی ہو۔ اپنی اولاد کے لئے مانگنے کے سوا اسے یاد نہیں اس نے کسی اور فریاد کے لئے رب کی بارگاہ میں دست التجا بلند کیا ہو پر اب تک ہر دعا ہر فریاد نامراد پلٹ آئی تھی۔ اسکی خاموشی، اسکا سب سے الگ تھلگ اور بیگانہ ہو کر خود کو یوں اذیت دینا دل کر چھلنی کر رہا تھا۔ کیا ماں ہونے، اپنی اولاد سے محبت کرنے کی اتنی کڑی سزا بھی ہو سکتی ہے۔

صفیہ اور فاخرہ نے مل کر یہ طے کیا تھا کہ سویرا کے رشتے کے سلسلے میں آنے والوں کے سامنے ثانیہ اب کی بار ہرگز نہیں جائے گی۔ اس رشتے سے صفیہ کو بہت امیدیں تھیں اور فاخرہ کو بھی ہر صورت اس فیملی میں سویرا کا رشتہ کرنا تھا لہذا ثمینہ کی گھر آمد

ایسے وقت پہ ہوئی جب ثانیہ گھر میں نہ تھی۔یہ سب قسمت میں لکھا تھا پر رشتہ طے ہونے پہ صفیہ اور فاخرہ دونوں نے اسے اپنی پلاننگ کی کامیابی گردانا۔ثمینہ کو یوں بھی بازل کے لئے ایک سادہ سی لڑکی کی تلاش تھی تو سویرا اسے خوب بھائی اور جب کچھ عرصے بعد ثانیہ سے اسکی ملاقات ہوئی بھی تو اسے کوئی افسوس نا تھا بلکہ وہ خاصی مطمئن تھی۔شادی والے دن ہی پہلی بار بازل اور ثانیہ کا آمنا سامنا ہوا تھا اور ا ملاقات نے دونوں کی ہی زندگی میں ادھم مچا دیا تھا۔خاص طور پہ ثانیہ کی زندگی میں جہاں اس سے پہلے سکون اور چین کا راج تھا وہاں بے چینی اور خوف نے ڈیرے ڈال لئے تھے۔

رات بستر پہ کروٹیں بدلتے گزری تھی۔صبح سے کئی بار فاخرہ کا بلاوہ آ چکا تھا۔وہ جانتی تھی اسے نیچے کیوں بلایا جا رہا ہے اسی لئے بہانہ بنائے بستر پہ پڑی رہی مگر ملازمہ کے تیسری بار بلانے پر بھی جب ثانیہ نیچے نہیں آئی تو مجبوراً فاخرہ کو خود اسکے پاس جانا پڑا۔

میں پوچھتی ہوں آخر مسئلہ کیا ہے؟ وہ نہایت غصے میں تھی۔ثانیہ نے اب تک شب خوابی کا لباس پہنا ہوا تھا۔

امی کوئی مسئلہ نہیں، بس میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔اس نے ناخنوں کو کھرچتے ہوئے ہلکی آواز میں کہا۔

یہ تو کوئی معقول وجہ نہ ہوئی بہن کے گھر نہ جانے کی۔ وہ انتظار کر رہی ہو گی۔ کیسا لگے گا میں ناشتہ ایہا کے ہاتھ بھجوا دوں۔ رسم کے مطابق آج صبح کا ناشتہ سویرا کی سسرال پہنچانا تھا اور ظاہر ہے اکلوتی بہن ہونے کے ناطے یہ ذمہ داری ثانیہ کو ہی نبھانی تھی مگر کل رات کے بعد ثانیہ خود میں بازل کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں پاتی تھی۔ وہ بہت اپ سیٹ تھی۔ ہو سکتا ہے بازل کا مقصد فقط شرارت ہو اور ثانیہ ہی اس بات کو سر پہ زیادہ سوار کر رہی ہے۔ کچھ بھی ہے وہ شخص کل رات سے بری طرح اسکے اعصاب پہ سوار تھا۔

تو آپ چلی جائیں نا۔ آپی تو نہال ہو جائے گیں۔ اس نے جلدی سے کہا۔

اور یہاں جو مہمانوں سے گھر بھرا ہوا ہے انکو ناشتہ کون کروائے گا۔ فاخرہ نے منہ بنایا۔ اسکی چال ناکام رہی تھی۔

امی میں ہوں نا، میں سب سنبھال لوں گی۔ آپ بس بے فکر ہو کر جائیں۔ اس نے ایک اور بار کوشش کی۔

جو ایک ذمہ داری تمہیں سونپی تھی اس سے تو صاف انکار کر دیا ہے اور اب اس جھمیلے والے کام پہ مجھے بے فکر ہونے کا کہہ رہی ہو۔ فاخرہ کسی طور اسکی بات سے متفق نہ تھی۔

امی میں آپکو کیسے سمجھاؤں۔۔۔۔وہ جھنجلائی۔

دیکھو ثانیہ، یہ وقت اس بحث میں پڑنے کا نہیں ہے۔سب ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے اور باہر تمہارے ابا غصے سے گرم۔۔بہتر ہو گا مجھ سے بحث کرنے کی بجائے تم یہ سامان گاڑی میں رکھواؤ اور جاؤان لوگوں کو فون کر دیا ہے وہ بھی انتظار کر رہے ہوں گے۔فاخرہ نے دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنایا اور کمرے کا دروازہ زور سے بند کرتے ہوئے باہر نکل گئی۔ثانیہ کے پاس اسکے سوا اب دوسرا کوئی اور راستہ نہ تھا کہ وہ سویرا کے سسرال جائے۔اسے اب سے کچھ دیر بعد بازل کا سامنا لازمی کرنا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ثانیہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ اس عالیشان بنگلے میں قدم رکھا جس کی شان و شوکت دیکھ کر انسان ایک پل کو سب کچھ بھول جاتا ہے۔اس نے تو فقط فاخرہ سے یہی سنا تھا کہ وہ لوگ ویل سیٹیلڈ ہیں پر ثانیہ کو اندازہ نہیں تھا کہ اسکی بہن کی شادی اتنے رئیس گھرانے میں ہو رہی ہے۔رضا حیدر کا خاندان کم حیثیت نہ تھا پر یہاں آکر تو واقعی کمپلیکس ہو رہا تھا۔بازل سے اس بار اسکا سامنا بہت نارمل انداز میں ہوا تھا۔رسمی سلام دعا کے بعد وہ سویرا کے پاس ہی تھی اور بازل نے ایک کے بعد دوسری بار اسکی طرف

نظر بھر کے بھی نہیں دیکھا تھا جس سے ثانیہ کو خاصا حوصلہ ہوا تھا۔اسکے تمام شکوک وشبہات اس ملاقات کے بعد دم توڑ چکے تھے بلکہ سویرا کو اتنے اچھے موڈ میں اور چہکتے دیکھ کر تو وہ اور بھی ریلیکس ہو گئی تھی۔اسکا مطلب کل رات جو کچھ بھی ہوا وہ فقط اتفاق ہی تھا یا شائد بازل کی شرارت کا ایک انداز پر وہ اب یہ سب سوچنا نہیں چاہتی تھی اب تو اسکے دل میں بس رہ رہ کر سویرا کا خیال آرہا تھا وہ واقعی بہت خوش قسمت تھی جو اتنا بڑا خاندان اور ایسا شاندار شوہر اسکا مقدر تھا۔اسے سویرا کی قسمت پہ رشک آیا تھا۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

دو دن سے اس نے اسکی صورت بھی نہیں دیکھی کیونکہ اسے کمرے میں آنے سے منع کر دیا گیا تھا۔وہ اسکی حساس طبیعت سے واقف تھیں۔جو لوگ ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں وہ ٹوٹ کر بکھر بھی بہت جلدی جاتے ہیں۔گو اسکا کوئی قصور نہیں تھا پر وہ ماں تھی تو اسکی اذیت اور بے بسی کو اس سے بڑھ کر اور کون محسوس کر سکتا تھا۔

کیا کوئی اپنی ماں کو یوں سزا دیتا ہے؟اسکی آنکھوں میں اپنے لئے اجنبیت دیکھ کر وہ خود پہ قابو نہ رکھ سکی تھیں۔

یہ سزا تو میرے لئے قدرت نے تجویز کی ہے ممی۔اس نے بے بسی سے لب کاٹے۔

اللہ اپنے بندوں کو سزا نہیں دیتا، بس ایک آزمائش ہے اور تم نے اسی پہ ہمت ہار دی۔ اسکے بالوں کو سہلاتے وہ محبت سے بولی۔ وہ جانتی تھی اسے ماں کا بالوں میں انگلیاں چلانا کتنا پسند ہے۔

جب اپنے بیچ راہ میں ساتھ چھوڑ جائیں تو ہمت کیونکر باقی رہتی ہے؟ وہ اسکے درد کو سمجھتی تھی پر اب تو اس بات کو بہت وقت گزر چکا تھا بس اسی کی زندگی اس ایک نقطے پہ منجمد ہو گئی تھی۔ آخر اور کتنا وقت لگے گا یہ سب بھولنے میں۔

اپنے بیچ راہ میں تنہا نہیں چھوڑتے اور جو ذرا سی مشکل آنے پہ راستہ بدل لے وہ اپنا ہر گز نہیں ہو سکتا میری جان۔ اس فرق یو سمجھ لو تا کہ زندگی آسان ہو جائے ورنہ اس اذیت اور گھٹن میں جینا مشکل ہو جائے گا۔

اس نے اپنے تیئں ایک بار پھر سمجھانے کی کوشش کی۔ کئی بار کی کہی بات کو ایک بار پھر دہرایا گیا تھا پر بدلے میں اسکے لبوں پر ایک زخمی مسکراہٹ ابھری۔

یہاں جینا چاہتا بھی کون ہے۔۔ وہ تڑپ اٹھی تھیں۔

ایک ماں کے سامنے اسکی اولاد ایسی باتیں کہے تو جانتی ہو وہ جیتے جی مر جاتی ہے۔ یہ سب اس نے اس حادثے سے پہلے کبھی منہ سے نکالا ہوتا تو وہ اسے خوب سناتی۔

میری ماں کا اور امتحان مت لو پلیز۔ وہ اپنے آنسوؤں پہ بندھ نہ باندھ پائی تھیں، ضبط

اب ختم ہو چکا تھا۔اس نے نفی میں سر ہلا کر کچھ کہنا چاہا پر انہوں نے لبوں پہ ہاتھ رکھ کر اسے روک دیا۔

میں تمہیں ایک بار پھر سے اپنے پیروں پہ چلتے اور ہنستے کھیلتے دیکھنا چاہتی ہوں۔التجائیہ انداز میں کہتے اپنے دونوں ہاتھ بے بسی سے اسکے سامنے جوڑے تھے۔ماں کی تڑپ دیکھ کر شائد اسکا دل بھی کانپا تھا اسی لئے لب کاٹتے کچھ بھی مزید کہنے سے گریز کیا اور پھر جو اسکے کانوں نے سنا وہ زندگی کا خوبصورت جملہ تھا۔

ٹھیک ہے ممی، گو اس دل میں جینے یا اس مطلبی دنیا کو دوبارہ دیکھنے، پرکھنے اور آزما کر خود کو تکلیف دینے کی کوئی خواہش باقی نہیں رہی پر صرف آپکی خاطر مجھے اپنا علاج کروانا منظور ہے۔دو سال، ہاں پورے دو سال لگے تھے انہیں اپنی اکلوتی اولاد کو اس خود ساختہ ڈپریشن سے نکالنے میں اور آج اتنی منت سماجت اور سمجھانے بجھانے کے بعد بالآخر انہیں مثبت جواب مل ہی گیا تھا۔اسکی نہ، ہاں میں بدل گئی تھی۔وہ اسے پہلے کی طرح نارمل دیکھ پائیں گیں یہ سوچ کر آنکھوں میں نمی در آئی۔

آنکھوں میں آنسو لئے انہوں نے مسکراتے ہوئے دلاور خان کی طرف دیکھا۔وہ خود بھی ان دونوں کی باتوں سے خاصا جذباتی ہو گیا تھا۔سر ہلاتے ہوئے وہ کمرے سے باہر

نکل گیا۔آخر اسے ڈاکٹر کو کال جو کرنا تھی۔

اب سے پہلے جو لوگ سویرا کی شادی نہ ہونے کو لے کر باتیں بناتے تھے اب وہی اسکی خوش قسمتی کے قصیدے پڑھ رہے تھے۔خاندان میں ہر کوئی اسی بات کا چرچا کر رہا۔ شادی کے بعد رشدہ، مبین حیدر کے گھر آئی تو تبسم بھی یہی قصہ لئے بیٹھی تھی۔ کچھ کچھ اندازہ تو تھا کہ اچھے کھاتے پیتے لوگ ہیں، لیکن اتنی اونچی جگہ رشتہ کیا ہے اسکا تو بالکل اندازہ نہیں تھا۔رشدہ کے دل میں بھی یہی بات کھٹک رہی تھی۔

ارے آپا میں تو خود حیران رہ گئی ہوں۔جس طرح فاخرہ بھابھی نے سویرا کو اتنے سالوں سے اچھے رشتے کے چکر میں گھر بٹھایا ہوا تھا ہم نے تو امید ہی چھوڑ دی تھی کہ اب کوئی ڈھنگ کا لڑکا اسے بیاہنے آئے گا لیکن یہاں تو گنگا ہی الٹی بہنے لگی۔ تبسم اور فاخرہ کی طبیعت میں خاصا فرق تھا۔فاخرہ جتنی سلجھی ہوئی اور سوچ سمجھ کر بات کرنے والی خاتون تھی تبسم جو منہ میں آیا کہہ کر خود کو ہلکا کرنے پہ یقین رکھتی تھی۔ چلو دیر آمد درست آمد۔رشدہ نے مزید کسی تبصرے سے اجتناب کیا آخر کو دوہرا رشتہ تھا رضا حیدر سے اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی بات یہاں کی وہاں پہنچے۔

ویسے آپا۔۔۔مجھے تو اب آپکی فکر ہو رہی ہے۔ تبسم کی بات پہ رشدہ چونکی۔

میری فکر؟ وہ کیوں؟ اس نے حیرت سے پوچھا۔

ایک داماد اتنا رکھ رکھاؤ والا، شہر کا جانا مانا رئیس اور دوسرا۔۔۔۔رشدہ کو بھی یہ بات اندر ہی اندر پریشان کر رہی تھی پر تبسم نے تو منہ پہ کہہ ڈالی۔

برا مت منائیے گا پر سوچ میں فرق تو آ ہی جاتا ہے نا۔ان ماں بیٹیوں کے دماغ آجکل بہت اونچے اڑ رہے ہیں۔ وہ منہ بنا کر بولی۔

یہ سب تو مقدر کی باتیں ہیں۔ سویرا کے مقدر میں جو تھا وہ اسے مل گیا۔اب اگر ثانیہ کا نصیب ہو گا تو اللہ ساحر کو بھی نواز دے گا۔رشدہ نے مناسب انداز میں بات ختم کی۔وہ اس موضوع پہ مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

یہ بات تو خیر سولہ آنے سچ کہی آپ نے۔لو میں تو چائے کا پوچھنا بھول ہی گئی۔ تبسم کو بھی اندازہ ہو چکا تھا رشدہ اس سے زیادہ کچھ نہیں اگلے گی۔ فوراً ہی بات بدل دی۔پر رشدہ کے ماتھے پہ پریشانی کی لکیریں واضح تھیں۔

دل کے کورے کاغذ پر بننے والی پہلی شبیہہ کو مٹانا اگر اتنا ہی آسان ہوتا تو بازل آج خود کو

اس دنیا کا سب سے پر سکون انسان تصور کرتا۔ جنون کی روشنائی دل ہی نہیں روح پہ بھی ان مٹ نقوش چھوڑ گئی تھی۔ وہ کم عمر اور احمق نہیں تھا۔ حقیقت پسند انسان جذباتی نہیں ہوتا۔ ثانیہ کی کشش پہ قابو پاتے ہوئے اس نے خود کو یہی تاویلیں دیں تھیں۔ سویرا کے ساتھ اسکا رویہ انتہائی نارمل تھا۔ بظاہر سب ٹھیک تھا مگر وہ اندر ہی اندر کھول رہا تھا۔ اسے تنہائی درکار تھی۔ کچھ وقت اپنے ساتھ گزارنے کی خواہش تھی۔ وہ آفس چلا آیا تھا شائد کام میں دھیان لگ جائے اور وہ اپنی اندرونی بے چینی پہ قابو پا سکے۔

کیا بات ہے بھابھی سے جھگڑا تو نہیں ہو گیا کیا؟ بازل سنجیدگی سے فائل اسٹڈی کر رہا تھا۔ روہیل کی بات پہ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

کیا مطلب؟ روہیل، بازل کا کلاس فیلو اور قریبی دوست ہونے کے ساتھ ساتھ اسکی کمپنی میں جنرل مینیجر بھی تھا۔ بازل اپنے علاوہ اگر کسی پہ مکمل اعتماد کرتا تھا وہ روہیل ہی تھا۔ دونوں کے درمیان خاصی بے تکلفی تھی۔

مطلب یہ کہ دو دن ہوئے شادی کو اور آفس آمد بھی ہو گئی اور اس پہ یہ سنجیدگی۔۔۔ کچھ تو گڑبڑ ہے۔ اس نے مسکراتے ہوئے تبصرہ کیا۔ بازل کے چہرے پہ کوئی بھی تاثر نہیں تھا۔

شادی ہو گئی تو کیا سب کام چھوڑ کر گھر بیٹھ جاؤں اور سنجیدہ رہنے کے لئے کسی سے جھگڑا کرنا ضروری ہے کیا؟اس کے لہجے میں جب کاٹ تھی۔وہ اپنا دھیان ایک بار پھر فائل پہ مرکوز کر چکا تھا۔

کیا بات ہے یار میں تو مذاق کر رہا تھا۔تم کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئے ہو۔روہیل کے ساتھ اس نے پہلے کبھی اتنی روکھائی سے بات نہیں کی تھی۔اسکے لئے بازل کا یہ انداز شاکنگ تھا۔

آئی ایم سوری روہیل بس میرا موڈ کچھ ٹھیک نہیں ہے۔بازل کو بھی اپنے نامناسب رویے کا احساس ہوا تھا پر وہ اسے کیا بتاتا کہ اسکے اندر کیا طوفان برپا ہے۔۔۔وہ کس دوراہے پہ آ کھڑا ہوا ہے اور کونسی مشکل میں گرفتار ہے۔دل کے ہاتھوں مجبور اس سچویشن سے نکلنا اسکے بس سے باہر ہے۔

یہ سائیٹ والا معاملہ اب نئے سرے سے شروع کرنا ہو گا اور اس بار کسی بھی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔اسنے فوراََ ہی اگلی بات کہہ کر روہیل کی توجہ Divert کی تھی۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو فون کی بیل مسلسل بج رہی تھی۔ساحر کا نام دیکھ کر دھڑکتے دل سے اس نے کال ریسیو کی۔دوسری طرف سے ساحر کی بے ساختہ اور پر جوش ہیلو کہنے کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

کیسے ہیں آپ ؟اپنے خشک لبوں پہ زبان پھیرتے اسنے بمشکل پوچھا۔

ایہا تم۔۔۔اس وقت۔۔ میرا مطلب ثانیہ کا فون تمہارے پاس۔۔۔۔اس کا اس گھر میں آنے کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔یہاں کا دروازہ اسکے لئے کبھی بند نہ ہوتا تھا کیونکہ دونوں گھروں کے لان کی دیوار میں ایک دروازہ آمدورفت کے لئے سالوں سے بنا ہوا تھا۔ساحر کی آواز میں اب کی بار نہ تو پہلے والا جوش تھا نہ ہی بے ساختگی بلکہ اسکی آواز میں حیرت نمایاں تھی۔یقیناً وہ اس پل ناامید ہوا تھا۔

میں نے پوچھا کیسے ہیں آپ ؟اسنے لب کاٹتے ہوئے سوال دہرایا۔

آئی ایم گڈ، تھینک یو۔۔۔۔پر ثانیہ کہاں ہے ؟ایہا کے سینے سے ایک گہرا سانس خارج ہوا تھا۔

ثانیہ کچن میں بزی تھی۔میں کمرے میں آئی تو سیل فون بج رہا تھا۔آپکی کال دیکھی تو اٹینڈ کر لی سوچا حال احوال ہی پوچھ لوں۔۔ساحر کے استفسار پر جواب مفصل تھا۔گو ساحر کی بے پرواہی سے دل میں ٹیس اٹھی تھی پر ایہا نے خود کو حد درجہ نارمل رکھنے کی

کوشش کی۔اسے اپنی دلی کیفیات پہ خاصہ عبور تھا۔

سالوں سے اپنے اندر پنپتے غم کو سینے میں چھپائے بظاہر خوش اور مطمئن دکھائی دے رہی تھی تو اب ساحر کے سامنے کیونکر بکھر جاتی۔

آپ آئے نہیں سویرا آپی کی شادی پہ اتنا انجوائے کیا ہم نے۔اس سے پہلے کے ساحر کال ڈسکنیکٹ کر دیتا وہ مزید بولی اور کچھ نہیں تو کچھ دیر اسکی آواز ہی سن لے حالانکہ اس ظالم نے ایک بار بھی اسکا حال نہیں پوچھا تھا۔

اپنی شادی پہ انجوائے کرنے کا پلان ہے اسی لئے چھٹیاں ضائع نہیں کیں۔ساحر کا انداز شرارتی تھا پر ابیہا کو اس پل اپنی طرف انگارے اچھالتا محسوس ہوا۔

بازل بھائی کمال کی شخصیت ہیں قسم سے۔ثانیہ کے ساتھ تو بہت گہری دوستی ہو چکی ہے رشتہ بھی تو ایسا ہے نا اور پھر آپ تو ثانیہ کی عادت جانتے ہی ہیں اسے تو بس ایک منٹ لگتا ہے کسی سے بھی بے تکلف ہونے میں۔ابیہا کے ہونٹوں پہ طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

آج اگر وہ چین سے نہیں سوئے گی تو رقابت کی آگ میں ساحر کو بھی جلنا چاہیے۔کم سے کم دل کو یہ اطمینان تو ملے گا کہ وہ تنہا نہیں جل رہی۔

یہ بتاؤ تم اتنی رات کو یہاں کیا کر رہی ہو۔کبھی گھر بھی ٹک جایا کرو۔بیچاری چھوٹی مامی اکیلی لگی رہتی ہیں اور تم ثانیہ کے ساتھ گپیں لگا کر وقت ضائع کرتی رہتی ہو۔جواب

اسکی امید کے بر خلاف آیا تھا۔وہ آسانی سے موضوع بدل چکا تھا اور ابیہا کا موڈ شدید آف ہو گیا تھا۔ثانیہ آگئی ہے آپ اس سے بات کریں اور میری طرف سے اللہ حافظ۔ کمرے میں داخل ہوتی ثانیہ کو دیکھ کر ابیہا نے جلدی سے بات ختم کی۔فون ثانیہ کو تھما کر وہ کچھ کھسیانی ہوئی لیکن ثانیہ کے چہرے کی مسکراہٹ بتا رہی تھی اس نے یقیناً کچھ سنا نہیں۔وہ اب ساحر سے فون پر بات کر رہی تھی۔اسکی مسکراہٹ اور بھی گہری ہوئی تھی۔چہرے کا رنگ بدلا تھا۔آنکھوں میں حیا کے ڈورے عود آئے تھے۔اسکے گال بلش کر رہے تھے۔ابیہا کا وجود جل رہا تھا۔ساحر کو ثانیہ سے بدگمان کرنے کا پہلا موقع اسے قدرت نے دیا تھا پر ناکامی نے اسے منہ چڑایا تھا۔کچھ پل وہ گم صم ثانیہ کے کمرے میں بیٹھی رہی اور پھر بنا کسی سے کچھ بھی کہے اپنے گھر واپس لوٹ گئی۔

وہ سر جھکائے اسکے سامنے بیٹھی انگلی سے بستر کی چادر پہ نامعلوم لکیریں بنا رہی تھی۔ اسکی طرف دیکھے بناء بھی وہ خود پہ مرکوز اسکی نظروں سے لاعلم نہ تھی اور بغیر دیکھے بھی اسکی آنکھوں میں لکھا شکوہ پڑھ سکتی تھی۔وہ خاموش تھا،بے حد کمپوزڈ اور یہی خاموشی اسے اندر ہی اندر مار رہی تھی پر وہ مجبور تھی۔

زندگی خالی جذبات کے سہارے تو نہیں گزاری جاسکتی،حقیقت کی دنیا میں ایسی بے شمار

ضروریات ہوتی ہیں جو خالی خولی جذبات اور محبت سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔بہت سوچ بچار کے بعد اس نے وہ الفاظ تلاش کیے تھے جن سے اپنا دفاع کر سکے۔

تم روزِاول سے میری پابند نہیں ہو عیشال اور یہ بات تم اچھی طرح جانتی ہو۔میں نے اپنی محبت تم پہ کبھی نافذ نہیں کی۔ارزق نے سرد لہجے میں کہا۔عیشال نے شرمندگی سے لب کاٹے۔

میں جانتی ہوں اس وقت میں تمہیں نہایت خود غرض لگ رہی ہوں۔مشکل وقت آنے پہ راستہ بدل لینے والی بیوفا عورت لیکن خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو ارزق،اگر یہ حادثہ تمہاری جگہ میرے ساتھ پیش آتا تو کیا تم مجھے چھوڑ نہ دیتے؟اس نے چبھتے لہجے میں سوال کیا۔اپنی شرمندگی چھپانے کا شائد اس سے بہتر کوئی دوسرا طریقہ نہ تھا۔

میں اتنی دیر سے یہی تو سوچ رہا ہوں عیشال کہ اگر خدانخواستہ یہ حادثہ میری جگہ تمہارے ساتھ ہوا ہوتا تو میں تمہیں کس طرح چھوڑ کر آگے بڑھ جاتا۔ارزق کی بات اور انداز دونوں اسے زمین میں گاڑ رہے تھے۔وہ جلد از جلد اٹھ کر بھاگ جانا چاہتی تھی۔

تم اب بھی جذبات سے کام لے رہے ہو۔اپنے متعلق ہی سوچ رہے ہو۔یہ صرف میری اکیلی کی زندگی ہوتی تو میں شائد تم سے شادی کرنے کا سوچ بھی لیتی پر میں اپنے

پیرنٹس سے کیا کہوں؟ وہ چڑ کر بولی تھی۔

میں انکی اکلوتی اولاد ہوں، انکے مجھ سے منسلک کچھ ارمان اور امیدیں ہیں اور اگر وہ نہیں چاہتے تو میں کیسے انکے خلاف جاکر ایک ایسے شخص کا انتخاب کروں جو خود اپنی ہر ضرورت کے لئے دوسروں کا محتاج بن چکا ہے۔ ارزق خاموشی سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا اس پل اسے خود سے شدید نفرت ہوئی تھی۔ اتنے سال اس نے عیشال سے محبت کے سوا کچھ اور نہیں کیا تھا اور اب اس محبت کے ہاتھوں اتنی توہین ہوتے دیکھ کر وہ خود سے نگاہیں ملانے کے قابل بھی نہ رہا تھا۔

عیشال، اگر اتنے طویل تعلق کے بعد بھی تم مجھے سمجھ نہیں سکی تو شائد یہ میرا ہی قصور ہے کہ میں تمہیں کبھی اپنا موقف سمجھا ہی نہیں پایا۔ خود پہ قابو پاتے ارزق نے زخمی انداز میں کہا۔

بہرحال تم میری فکر مت کرو۔ یہ تمہاری زندگی ہے اور تمہیں اپنا ہر فیصلہ اپنے مطابق کرنے کا حق ہے یوں بھی ان حالات میں ہماری شادی ہونا تو ناممکن سی بات ہے اور میں تمہیں انتظار کرو کہنے کا حق اب اسلئے بھی نہیں رکھتا کیونکہ اسکے لئے دو لوگوں میں محبت ہونا ضروری ہے۔ وہ تو اب یہ سوچ رہا تھا کہ اپنے والدین کو عیشال کے اس فیصلے کی کونسی توجیہات پیش کرے گا۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں ارزق۔۔۔ عیشال

نے کہنا چاہا پر ارزق نے ہاتھ کے اشارے سے خاموش کرا دیا۔اسے اب اس بحث سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

تم مجھ سے محبت کرتی تھی عیشال یا شائد میں ایسا سوچتا تھا کہ تمہیں واقعی مجھ سے محبت ہے۔بستر پہ پڑے اپنے بے حرکت وجود پہ ایک نفرت بھری نگاہ ڈالتے اس نے آنکھیں بھینچ لیں۔دروازہ بند ہونے کی آواز پہ اس نے آنکھیں کھولیں تو عیشال کمرے سے جا چکی تھی۔جانے سے پہلے وہ اسکے بیڈ کی چادر پہ ہیروں جڑی وہ انگوٹھی چھوڑ گئی تھی جو ارزق نے اسے منگنی والے دن پہنائی تھی اور جسے وہ اب ہاتھ بڑھا کر چھو بھی نہیں سکتا تھا۔

Reiss Physical Therapy and Rehablitation Centre Fairfax

کے پر سکون کمرے میں بستر پہ بیٹھے ارزق یاور نے ایک سرد طویل سانس بھر کر خود کو ماضی کی اذیت سے نکالنے کی سعی کی دو سال پہلے اسکی زندگی calm and composed تھی۔اسکے پاس خوشیوں کا انبار تھا۔امیدوں کے خزانے تھے اور پیار ہی پیار تھا۔عیشال فیروز اسکی زندگی میں بہارِ صبح کی طرح وارد ہوئی تھی۔وہ اس پہ دل و جان سے فدا تھا۔دونوں کی منگنی انتہائی دھوم دھام سے ہوئی تھی۔جلد ہی وہ دونوں شادی کے اٹوٹ بندھن میں بندھنے والے تھے پر قسمت کو پریوں کی اس داستان میں حقیقت کا رنگ بھرنا منظور نہ تھا۔ارزق اور عیشال کی محبت

کو آزمائش کی کسوٹی پہ پرکھا جانا تھا۔سچ اور جھوٹ کا فیصلہ ہونا ابھی باقی تھا۔ایک انتہائی سنگین روڈ ایکسیڈنٹ میں ارزق کی ریڑھ کی ہڈی پہ گہری چوٹیں آئیں تھیں جو اسے مستقل معذوری دے گئی تھیں۔وہ چل پھر تو کیا اپنی مرضی سے ہل جل بھی نہیں سکتا تھا۔گو اسکا علاج چل رہا تھا اور سب دروازے بند نہیں ہوئے تھے پر عیشال اس پہ اپنے دل کا دروازہ بند کر چکی تھی۔

اس دن وہ اکیلی اسکی زندگی سے نہیں گئی تھی بلکہ ارزق کی امید،اسکا حوصلہ اور ول پاور بھی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔انسان میں امید سانسیں بن کر دوڑتی ہے اور اگر اسکی یہ امید ہی ختم ہو جائے تو وہ جیتے جی مر جاتا ہے۔کچھ ایسا ہی ارزق کے ساتھ ہوا تھا۔اسکے اندر جینے کی آس،ایک بار پھر اپنے پیروں پہ کھڑے ہونے کی آرزو مٹ چکی تھی۔

پچھلے دو سال سے وہ ڈپریشن اور ناامید کی زندگی جی رہا تھا۔اس نے کسی بھی قسم کا علاج کرانے سے منع کر دیا تھا۔خود کو اپنے کمرے تک محدود کر کے اس سنگدل دنیا سے اپنا ہر تعلق ختم کر رکھا تھا۔اس بات سے قطع نظر کہ وہ اپنے ساتھ ساتھ اپنے والدین خاص طور پر اپنی ماں کے ساتھ کتنا بڑا ظلم کر رہا ہے جو اس سے بے لوث محبت کرتے ہیں۔

فہمینہ کی درخواست پہ دو سال کے طویل اور تکلیف دہ وقت کے بعد بالآخر اس نے ایک بار پھر اپنا علاج کروانے کی حامی بھری تھی۔اسی سلسلے میں پچھلے تین ماہ سے وہ لاس اینجلس میں تھا۔ڈاکٹروں کو اس طریقہ علاج سے امیدیں تھیں اور اسکے لئے

انہیں ارزق کا تعاون درکار تھا۔دلاور خان انکا پرانا ملازم جو اس حادثے کے بعد سے کل وقت اسکے ساتھ رہتا تھا یہاں بھی اسکے ہمراہ تھا جبکہ یاور حیات اور فہمینہ اسکے ساتھ کچھ وقت گزار کر واپس جا چکے تھے۔خوش قسمتی سے اسکی حالت میں بہتری آرہی تھی پر آج بھی اسکے اندر عیشال کی محبت کا ماتم جاری تھا۔

اسکی میز پہ فائلوں کا ایک انبار جمع تھا۔ابھی اسے وہ تمام اہم فائلز بھی شیئر نگ میں ڈالنی تھی جو کمپیوٹر پہ موجود تھیں اور جن کی ضرورت اسکی غیر موجودگی میں متوقع تھی۔آج دفتر میں اسکا آخری دن تھا۔کل سے اسکی چھٹیاں شروع ہو رہی تھیں اور اصولاً آج اسکے پاس سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں تھی یہ الگ کہ اس وقت اسکا دماغ اس قدر ماؤف تھا کہ اس سے کچھ ہو ہی نہیں رہا تھا۔عجیب سے ابہام واندیشے تھے جو اس وقت سر کا درد بنے ہوئے تھے۔گو کہ وہ ایسی باتوں پہ ہر گز دھیان دینے والوں میں سے نا تھا پر جب آپ کسی کو اپنی زندگی سے بڑھ کر چاہتے ہیں تو اسکے کھو جانے کا خوف بھی آپکو بیقرار رکھتا ہے۔وہ اسکی پہلی اور آخری محبت تھی۔اسکے سوا تو اسکے دل نے کبھی کسی اور کی چاہت نہیں کی تھی اور یہ خیال ہی کتنا روح پرور تھا کہ وہ بھی اسکے لئے اتنی ہی بے چین تھی جتنا وہ اسکے وصال کی چاہ میں تڑپ رہا تھا۔اسے اس پہ خود سے بڑھ کر بھروسہ تھا۔انکی محبت کو منزل ملنے والی تھی اگلے ماہ ان دونوں کی

شادی ہونے والی تھی۔سب کچھ اسکے حق میں ہوتا آیا تھا، ہو رہا تھا پھر کیوں سب کی باتیں اسے پریشان کر رہی تھیں۔ایہا کی کسی بھی بات پہ اے نے سرے سے دھیان دیا ہی نہیں تھا۔وہ ایسی بات تھی بھی نہیں جو ساحر کو ثانیہ سے بدگمان کر پاتی لیکن چند دن پہلے رشدہ نے جو کچھ کہا وہ اسے کیسے اگنور کر سکتا تھا۔پچھلے ہفتے ساحر کی جب رشدہ سے بات ہوئی تو وہ اسے خلافِ معمول کچھ خاموش اور بجھی بجھی لگی۔

کیا بات ہے امی آپ اپ سیٹ لگ رہی ہیں۔اس نے تشویش سے پوچھا تھا۔

اپ سیٹ تو نہیں ہوں ہاں لیکن فکر مند ضرور ہوں۔رشدہ کا لہجہ انتہائی سنجیدہ تھا۔

سویرا کی شادی طے ہوتے ہی رشدہ نے ثانیہ اور ساحر کی شادی کا مطالبہ کر دیا تھا۔یہ بات وہ اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ دبے لفظوں میں کہہ چکی تھیں۔انکا اپنا خیال تھا منگنی کے بعد طویل دورانیہ غلط فہمیوں کو جنم دیتا ہے اور یہاں بات فقط ایک رشتے کی تو تھی نہیں۔وہ رشدہ کے بھائی کا بھی گھر تھا۔اس بار ساحر اپنی سالانہ چھٹیوں پہ گھر آرہا تھا اور رشدہ کی شدید خواہش تھی کہ ان دونوں کی شادی ہو جائے۔سویرا کی شادی نا ہونے تک تو فاخرہ جز بز تھیں مگر اب جو سویرا کو رخصت کیا تو رشدہ نے بھی شادی کی تاریخ لے کر دم لیا۔

ثانیہ کے فائنل ختم ہوئے تو شادی کی تیاریاں شروع ہوں۔دن پر لگائے اڑ رہے تھے

اور کام تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ایک ہفتے بعد اسے پاکستان جانا تھا پر رشدہ کا یہ انداز۔۔۔وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

خیریت ! ایسا کیا ہو گیا؟اس نے دوبارہ پوچھا۔

تمہاری اور ثانیہ کی شادی کو لے کے فکر ہو رہی ہے مجھے۔رشدہ کی بات پہ اسکا ماتھا ٹھنکا تھا۔رشدہ کو بیٹے کی شادی کا بڑا ارمان تھا پر دل ہی دل میں ایک ان دیکھا خوف بھی حاوی ہو رہا تھا۔وسوسے اور خدشات سر اٹھا رہے تھے۔خاندان میں ہوتی چہ مگوئیاں انہیں مزید احساسِ کمتری کا شکار رہی تھیں۔

اس میں فکر کرنے والی کونسی بات ہے۔چار سال بعد بالآخر ہماری نیا بھی پار لگنے والی ہے۔آپکو تو بلکہ خوش ہونا چاہیے۔وہ ہنستے ہوئے بولا لیکن رشدہ اب بھی سنجیدہ تھی۔

تم تو جانتے ہو سویرا کی شادی کس خاندان میں ہوئی ہے۔وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

ہاں مگر اس بات کا میری اور ثانیہ کی شادی سے کیا تعلق امی؟وہ حیرانگی سے بولا۔

ایک بہن اتنے اونچے اور کھاتے پیتے گھرانے میں بیاہی ہو اور دوسری کی شادی ہم جیسے سفید پوش گھر میں ہو جائے۔۔۔مسئلہ تو اپنے آپ شروع ہو جائے گا۔وہ انکی منطق پہ حیران ہوا تھا۔

کونسے زمانے کی باتیں لے کر بیٹھ گئی ہیں امی آپ،میری اور ثانیہ کی شادی کے پیچھے

ہماری سالوں کی انڈرسٹینڈنگ ہے اور کیا آپ ماموں کی فیملی یا ثانیہ کو جانتی نہیں۔ انہوں نے کب سوشل اسٹیٹس اور مال و دولت کو اہمیت دی ہے۔اسے یقین نہیں آرہا تھا رشدہ ایسی بات کیسے سوچ سکتی ہے۔ تمام عمر اس نے اسے اپنے بھائی، بھابھی اور اسکی اولاد کی تعریفیں کرتے دیکھا تھا پھر اچانک وہ ایسے خدشات کو دل میں جگہ کیوں دے رہی ہے۔

اسی زمانے کی باتیں کر رہی ہوں ساحر، تم کچھ نہیں جانتے ہو یہاں ہر کوئی یہی بات کہہ رہا ہے۔ خود فاخرہ یہ بات کئی بار جتلا چکی ہے کہ ثانیہ کے لئے تو انہیں رشتوں کی کمی کبھی تھی ہی نہیں۔ یوں جیسے انہوں نے تمہارا رشتہ قبول کر کے ہم پہ کوئی بہت بڑا احسان کیا ہو۔ گو فاخرہ یا رضا حیدر کے نزدیک رشتے سب سے اہم تھے اور کبھی ہلکے پھلکے ماحول میں کہی فاخرہ کی بات کو رشدہ اب انتہائی سنجیدگی سے دل پہ لئے بیٹھی تھیں کیونکہ اندر ہی اندر وہ اپنا اور سویرا کے سسرال کا موازنہ کر کے خود بھی احساسِ کمتری میں مبتلا ہو رہی تھی۔ ایسے حالات میں وہ ساحر سے اپنے دل کی بات نہ کہتیں تو کیا کرتیں۔

یہ بات آپ سے مامی نے کی ہے؟ اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا رشدہ

کی اس برین واشنگ کے پیچھے تبسم کا بہت بڑا ہاتھ ہے اور وہی مسلسل رشدہ کو ایسی باتیں سنا سنا کر خائف کر رہی ہے پر وہ واقعی پریشان ہو گیا تھا۔ثانیہ سے اسکی بات چیت معمول والی ہی تھی۔نا اسکا رویہ بدلا تھا نا وہ خود پھر بھی اگر اسکی ماں اپ سیٹ تھی تو کچھ تو ہو رہا تھا آخر دھواں وہی سے اٹھتا ہے جہاں آگ لگتی ہے۔بہر حال جو بھی تھا اب اسے واپس جا کر اصل بات پتا چل سکتی تھی۔بیٹے کے ساتھ اپنے دل کا بوجھ تو ہلکا کرتے ہوئے انہوں نے اسکے دل کا بوجھ بڑھا دیا تھا۔

آئسکریم کھاؤ گی؟اپنے دونوں ہاتھ گود میں رکھے اسکی گاڑی کی برابر والی نشست پہ سمٹی ہوئی وہ خاموش بیٹھی تھی۔بازل کی بات پہ اسنے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر بناء سوچے نفی میں سر ہلا دیا۔

سویرا کا پلان تھا تمھیں واپسی میں آئسکریم کھلائیں گے۔بازل نے بہت کمپوزڈ اور دھیمی مسکراہٹ سے کہا۔وہ مکمل توجہ سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور تمام راستے میں یہ پہلا جملہ تھا جو اسکی زبان سے نکلا تھا۔

نیکسٹ ٹائم۔۔۔جب آپی بھی ساتھ ہوں گی۔وہ بدقت مسکرائی تھی۔

ویسے بھی آپکو آپی کے پاس جلدی واپس جانا چاہیے انہیں آپکی ضرورت ہے۔اسنے سنجیدگی سے کہا اور ونڈو سے باہر دیکھنے لگی۔سڑک پہ ٹریفک رواں دواں تھی۔ روشنیاں جگمگا رہی تھیں اور رات ابھی جوان تھی۔

بہت پیار کرتی ہو تم سویرا سے ،بہت خیال رہتا ہے اسکا۔وہ بناء دیکھے بھی بازل کی نظریں اس پل خود پہ محسوس کر رہی تھی۔

سویرا آپی جیسی بہن اللہ قسمت والوں کو دیتا ہے اور میں خود کو بہت خوش نصیب تصور کرتی ہوں۔اسکا انداز باقاعدہ جتانے والا تھا۔بازل کے لبوں پہ مسکراہٹ ابھری۔

بہن،بھائیوں میں محبت ہونا تو فطری عمل ہے۔ایک ہی تو بہن ہے میری اور ہم دونوں ہمیشہ سے ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔پچھلے چند ماہ میں ثانیہ بہت زیادہ نہ سہی مگر اس حد تک بازل کی طرف سے مطمئن ہو چکی تھی کہ پچھلے تمام خدشات کو اپنا وہم سمجھ کر اور بازل کا شرارتی رویہ سمجھ کر فراموش کر چکی تھی۔یوں تو اسکی بازل سے ملاقات بہت ہوتی تھی پر ان گنتی کی ملاقاتوں میں بھی وہ اس سے بہت فارمل انداز میں ملتا تھا۔سویرا شادی کے بعد اسکی سنگت میں اتنی خوش تھی کہ ثانیہ کے بازل کی ذات کے حوالے سے سارے ابہام ختم ہو چکے تھے اور اب تو ویسے بھی انکا رشتہ ایک نئے موڑ پہ آپہنچا تھا۔سویرا امید سے تھی۔آج ہی یہ بات اسنے فاخرہ کو بتائی تھی اور پھر وہ

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ثانیہ کو لے کر فوراً اس سے ملنے اسکی بلائیں لینے چلی آئی تھی۔شام کو اچانک رضاحیدر کی کال آگئی تو فاخرہ نے واپسی کا ارادہ کیا پر سویرا نے ثانیہ کو زبردستی اپنے پاس روک لیا وہ ابھی بہن کے ساتھ کچھ اور وقت گزارنا چاہتی تھی۔اسکی خوشی کی خاطر ثانیہ کے نہ نہ کرنے پر بھی فاخرہ اسے سویرا کی طرف چھوڑ گئی تھیں۔سویرا کا ارادہ تھا کہ رات کے کھانے کے بعد وہ اور بازل اسے گھر ڈراپ کر آئیں گے پر گھر سے نکلتے ہوئے اچانک سویرا کو چکر آگیا۔ثمینہ اور بازل دونوں ہی اسکی طرف سے فکر مند تھے تو اسے آرام کرنے کو کہا اور ثمینہ نے ثانیہ کو گھر ڈراپ کرنے کی ذمہ داری بازل پہ ڈال دی۔گو ثانیہ کی خواہش تھی کہ وہ رضاحیدر کو کال کرکے بلا لیتی ہے پر سویرا اور ثمینہ نے اسکی ایک نا سنی۔چاروناچار اسے بازل کے ساتھ گھر آنا پڑا۔

بازل بھائی آپ اندر آئیں نا پلیز،ایسے باہر سے چلے جائیں گے تو امی اور بابا دونوں کو اچھا نہیں لگے گا۔وہ اسے باہر سے ہی ڈراپ کرکے جانا چاہتا تھا پر ثانیہ کو یہ بات مناسب نہ لگی۔ظاہر ہے وہ اس گھر کا داماد تھا اور اسے اندر نہ بلانے پہ فاخرہ اور رضاحیدر دونوں ہی ثانیہ کی کلاس لے لیتے۔

لیٹ ہو جائے گا،سویرا میرا انتظار کر رہی ہو گی۔ثانیہ کو بازل کا اپنی بہن کے لئے یہ concern اچھا لگا تھا پھر بھی وہ اسے زبردستی اندر لے ہی آئی تھی۔

اسنے اپنے برابر میں بے خبر سوئی اپنی بیوی کو ایک نظر دیکھا اور پھر اکتائے ہوئے انداز میں بستر سے اٹھ بیٹھا۔اسے اس وقت سگریٹ کی طلب ہو رہی تھی یہی سوچ کر وہ باہر لان میں چلا آیا تھا۔نینداسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔وہ ج سے گھر آیا تھا عجیب وقت بے چینی کا شکار تھا۔اسے اس وقت ہر شے سے وحشت ہو رہی تھی۔اتنے دنوں سے وہ خود کو ہر طور سمجھا چکا تھا پر یہ دل تھا جو بغاوت پہ آمادہ تھا۔بس ایک لمحے نے اسکی زندگی کو ایک سواسی ڈگری کے زاویے پہ بدل کر رکھ دیا تھا۔اسکا سارا اسیلف کنٹرول،ساری میچورٹی،ساری سمجھداری اس ایک لڑکی نے خاک میں ملا کر رکھ دی تھی۔چندماہ پہلے اسکی زندگی کا مقصد کچھ اور تھا۔اسکے اندر دنیا فتح کرنے کی ہوس عروج پہ تھی۔وہ بزنس کے آسمان پہ سب سے چمکدار ستارے کی مانند جگمگانا چاہتا تھا۔ وہ ہمیشہ سے خود پسند تھا اور اسے اچھا لگتا تھا دنیا اسکے پیچھے بھاگے،اسکی شخصیت سے مرعوب ہو۔اسکی مثالیں دی جائیں پر ایک لڑکی نے اسے چاروشانے چت کر دیا تھا۔ وہ بری طرح دل کے ہاتھوں مات کھا کر ہارے ہوئے جواری سا بیٹھا خود کو اس انوکھی ہار پہ ملامت کر رہا تھا۔

اپنی شادی کی رات بازل نے خود سے یہ تہیہ کیا تھا کہ وہ اپنی ماں کی پسند کا احترام کرتے

ہوئے اپنی شادی کو نبھائے گا۔ ثمینہ کی اسکی زندگی میں مرکزی حیثیت تھی اور وہ سویرا

کے معالے میں جو کہتی تھیں بازل وہی کرتا تھا۔ وہ ثانیہ کو فقط اپنی بیوی کی بہن کی

حیثیت سے دیکھ رہا تھا اور اسکے سوا اس سے کوئی بھی دوسرا متعلق سوچنا نہیں چاہتا تھا پر

یہ سب اتنا آسان نہ تھا۔ وہ بہار کی نئی کونپل کی طرح دل میں پھوٹتی اس محبت کو نظر

انداز نہیں کر پا رہا تھا۔ جب جب اس سے ملتا تھا، جب جب اسے دیکھتا تھا دل پہ

اختیار گھٹتا جاتا تھا پر وہ بازل بختیار تھا کوئی عام انسان نہیں جو اپنی کسی اوچھی حرکت

سے خود کا تماشہ بنوالیتا۔ وہ تو ابھی تک خود کو اپنی شادی والے دن کی حرکت کے لئے

بھی معاف نہ کر سکا تھا کہ یوں بے خودی میں اپنے حواس کھو بیٹھا تھا پر آج اسکا ضبط

جواب دے گیا تھا۔ آج اس مختصر وقت میں اسنے ثانیہ کے حسین چہرے پہ خوشی کے

اتنے بہت سے رنگ یکجا دیکھے تھے جو دھنک کے سات رنگوں کو بھی مات دے رہے

تھے۔ اسکی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی اور بازل اس خوشی کا منبع دیکھ کر شدید

ہتک اور ذہنی پراگندی کا شکار ہو گیا تھا۔

وہ اندر نہیں جانا چاہتا تھا پر ثانیہ کی بات بھی معقول تھی یقیناً اسکا باہر سے ثانیہ کو ڈراپ

کر جانا اسکی بیوی کے والدین کو عجیب لگتا اسی لئے وہ اندر چلا گیا تھا پر وہاں ساحر اور

رشدہ کی موجودگی اسکے اور ثانیہ دونوں کے لئے ہی ایک سرپرائز تھی۔ گو کہ یہ سرپرائز

ثانیہ کے لئے ہی تھا کیونکہ ساحر نے اپنے آنے کی خبر ثانیہ سے چھپائی تھی اور اب وہاں سب ہی بڑی بے چینی سے اسکے منتظر تھے۔وہ رسمی انداز میں ساحر سے ملا تھا اور کچھ ایسا ہی انداز ساحر کا بھی تھا۔ثانیہ بھی سب کی موجودگی میں ساحر سے بہت ریزرو انداز میں ملی تھی پر ثانیہ کے چہرے کی روشنی وہ بآسانی دیکھ سکتا تھا۔بلا وجہ ہی اس نے اپنی اور ساحر کی شخصیت کا موازانہ شروع کر دیا تھا اور اسے یہ طے کرنے میں ہر گز کوئی ہچکچاہٹ نہیں تھی اپنی چھا جانے شخصیت، بھر پور مردانہ وجاہت اور اپنے سوشل اسٹیٹس کی بدولت بازل اسے بری طرح مات دے رہا ہے۔اسے شدید حیرت اور کچھ کچھ غصہ آرہا تھا کہ ثانیہ اس عام سی پر سنیلٹی والے شخص پہ اپنی محبت کس طرح نچھاور کر رہی ہے۔وہ بس چند منٹ میں ہی واپس چلا آیا تھا پر اسکا موڈ شدید آف تھا۔وہ رات بازل کے اعصاب پہ بہت بھاری تھی۔محبت کی بازی کھیلنے سے پہلے اسے مات دی جا چکی تھی۔

تم کچھ زیادہ ایٹی ٹیوڈ نہیں دکھانے لگی وائف ٹو بی۔آئسکریم پارلر میں بیٹھے اس نے چھیڑا۔

اور تم کچھ زیادہ ڈیمانڈنگ نہیں ہوتے جا رہے ہو بینڈ ٹو بی۔اپنے پسندیدہ فلیور کی ٹھنڈی ٹھنڈی آئسکریم کو انجوائے کرتے وہ ترکی بترکی بولی۔

ملنے کا ہی تو کہہ رہا تھا۔ساحر نے جتایا۔

امی کو پتا چل گیا نا تو جوتیاں پڑیں گیں۔انداز ڈرانے والا تھا۔

یہ اچانک سے بڑی مامی ولن کیوں بن گئی ہیں۔ساحر کب ڈرنے والوں میں تھا۔

بقول انکے شادی سے چند دن پہلے کی ملاقاتیں منہ پہ پھٹکار ڈال دیتی ہیں۔ساحر نے بمشکل ہنسی روکی۔

وہ تو پہلے سے پڑی ہوئی ہے۔سنجیدگی سے زیرِ لب کہا تھا لیکن ثانیہ کے کان اسی کی طرف لگے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تم نے اس لئے بلایا تھا مجھے؟ابیہا کے ساتھ شاپنگ کا بہانہ بنا کر نکلی ہوں گھر سے صرف تمہاری خاطر

	۔

۔۔۔۔یہ سننے کے لئے کہ میرے منہ پہ پھٹکار پڑی ہے۔وہ بے یقینی سے بولی۔چمچ کپ میں پھینک کر وہ اب منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

اچھا چل چھوڑ نا اب یہ اوور ایکٹنگ لگ رہی ہے۔ساحر مزے سے اپنی آئسکریم پہ ہاتھ صاف کر رہا تھا۔

اس سے اچھا تم واپس ہی نہ آتے میرا دل جلانے کے لئے۔اس ایک جملے نے خاصہ سکون دیا تھا۔وہ پھر سے ائسکریم کھانے لگی تھی۔آخر غم بھی تو غلط کرنا تھا۔

یار تم لڑکیوں کا دل جلنے پہ کونسا لمبا چوڑا خرچہ آتا۔ذرا سا چھیڑ دو دل جل گیا، سہیلی کو کسی اچھے لڑکے کے ساتھ ڈیٹ پہ دیکھا، دل جل گیا۔کلاس فیلو کے ہاتھ میں اماں سے چھپا کر بوائے فرینڈ کا دیا ہوا اسمارٹ فون دیکھا، دل جل گیا اور تو اور کام والی ماسی کو اپنے ڈیزائنر سوٹ کا ریپلیکا پہنے دیکھا دل جل کر خاکستر ہو گیا۔وہ ایک سانس میں انگلی کی پوروں پہ گنتا مزے لے لے کر اسے سنا رہا تھا۔

تم ایک بات مجھے کنفرم بتا دو۔شادی کے بعد بھی اگر میرے ساتھ ایسی ہی باتیں کرنی ہیں تو۔۔۔۔ثانیہ میز پہ ہاتھ مار کر بولی۔

اتنا گھامڑ سمجھ رکھا ہے کیا جو شادی کے بعد ایسی جلی بھنی باتیں کروں گا۔جب سے وہ آیا تھا ملاقات بس گھر تک محدود تھی۔کچھ دنوں میں شادی ہونے والی تھی تو فاخرہ نے صاف لفظوں میں منع کر دیا تھا کہ وہ

شادی سے پہلے ساحر کے ساتھ گھومنے پھرنے یا شاپنگ کا سوچے بھی مت۔ساحر کا اصرار تھا تو آج ابیہا کے ساتھ شاپنگ کے بہانے مجبوراً اسے آنا ہی پڑا تھا۔ابیہا مال میں اپنی خریداری کرتی پھر رہی تھی جبکہ ثانیہ یہاں بیٹھی ساحر کی باتوں پہ سیخ پاء ہو رہی

تھی۔ وہ ثانیہ کو تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا اور ثانیہ اسکی عادت جان کر بھی بآسانی تنگ ہوتی رہتی تھی۔ ساحر کو پتا تھا اسے چڑانے مشکل نہیں۔

شادی کے بعد تو باتیں ہوں گی عارض ور خسار کی۔ وہ ایکدم بولا تو ثانیہ نے آنکھیں سکیڑ کر اسکی طرف دیکھا۔

گھنی زلفوں کی۔ وہ سنجیدہ تھا۔اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔

خوشبو کے جھونکوں کی۔ثانیہ اسے مسلسل دیکھتے پورے انہماک کے ساتھ گال پہ ہاتھ ٹکائے کہنی میز پہ رکھے اسکی طرف متوجہ تھی۔

ایک سے ایک حسین و جمیل گوریاں کام کرتی ہیں میرے آفس میں۔ تمہیں پہلے اس لئے نہیں بتایا کہ تم یقین نہ کرتی لیکن لندن واپس جا کر میں تمہیں ملواؤں گا ان چندے آفتاب چندے مہتاب قسم کی لڑکیوں سے۔۔۔اور پھر۔۔۔ تم دیکھنا۔وہ اسی سنجیدگی سے بولا تو چند لمحے ثانیہ اسکی بات کو سمجھ ہی نہیں پائی اور جب بات سمجھ آئی تو ایکدم کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

تم سے شادی کرتی ہے میری جوتی ساحر۔اب واپس جا کر انہی عارض ور خسار کو دیکھ کر غزلیں کہنا اور میں۔۔۔اور۔۔۔بس میں جا رہی ہوں۔ میز پہ پڑا نیپکن اٹھا کر ساحر کو مارا اور اپنا بیگ کندھے پہ ڈالتے وہ اب دونوں ہاتھ سینے پہ باندھے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ساحر نے لب دبا کر ہنسی کو روکا۔

تم لڑکیاں بھی نہ کتنی جل ککڑی ہوتی ہو۔دن رات اپنی تعریفیں سن کر بیزار نہیں ہوتی مگر جہاں زبان سے کسی دوسری عورت کی تعریف سنی سمجھو تیل کے کنویں میں آگ لگ گئی۔اسکا ہاتھ کھینچ کر اسے واپس کرسی پہ بٹھایا۔وہ آرام سے بیٹھ گئی تھی۔کچھ دیر ساحر کو ناراضی سے دیکھا اور پھر وہ دونوں ایک ساتھ قہقہے لگا کر ہنس رہے تھے۔

ملازمہ نے چائے اور لوازمات سے بھری ٹرالی لاؤنج میں رکھی۔ گرما گرم بھاپ اڑاتی چائے کے کپ انکے سامنے رکھ کر وہ اب باقی کا ساما میز پہ سجا رہی تھی۔سویرا تھکے تھکے انداز میں صوفے پہ بیٹھی تھی۔آنکھوں میں مسکراہٹ تھی پر چہرہ اترا ہوا تھا۔

کام تو جیسے ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے ہیں۔اب تو وقت بھی نہیں بچا اور مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔فاخرہ نے چائے کا کپ لبوں سے لگایا۔ثانیہ نے جوس کا گلاس زبردستی اسے تھمایا جسے اسنے منہ بنا کر ہونٹوں سے لگایا۔ثانیہ نے آنکھیں دکھائی تو اسنے زبرستی نارنجی رس حلق میں انڈیلا۔

امی آپ تو خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔ماشاءاللہ سب تیاریاں تو اتنے اچھے سے ہو چکی ہیں۔آپ بس ٹینشن لیں۔حالانکہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی پھر بھی ماں کو تسلی دی۔

کیسے ٹینشن نہ لوں بچے،ادھر شادی سر پہ ہے ادھر تمہاری طبیعت اچانک خراب ہو گئی

ہے۔ ثمینہ کے بھائی کی اوپن ہارٹ سر جری تھی۔ وہ اچانک ہی امریکہ چلی گئی تھیں اور سویرا گھر پہ اکیلی تھی۔

یہ دیکھو ثانیہ کی جیولری پک کرنے نکلیں تھیں ہم دونوں، میں نے اس سے کہا مجھے سویرا سے ملے بغیر چین نہیں آئے گا ابھی چلو۔ اچانک اسکی طبیعت خراب ہو گئی جو کہ ان دنوں اکثر ہی ہو جاتی ہے۔ اس کی کال آئی تو اس وقت وہ شاپنگ کے لئے باہر نکلی ہوئی تھیں۔ فاخرہ کے لئے گھر کی طرف واپس قدم بڑھانا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ دونوں مارکیٹ سے سیدھی اسکی طرف چلی آئی تھیں۔

اچھا کیا آپ دونوں نے چکر لگا لیا۔ میرا ابھی بہت دل کر رہا تھا آپ سے ملنے کو۔ ثانیہ نے جیولری نکال کر سویرا کو دکھائی۔ وہ دونوں اب زیورات پہ ہنس ہنس کر تبصرہ کر رہی تھیں۔

ویسے مجھے تمہاری ساس کا اس وقت امریکہ جانا سمجھ نہیں آ رہا۔ تمہیں یوں نوکروں کے سہارے چھوڑ گئی ہیں۔ بھلا یا یہ بھی کوئی بات ہوتی، ان دنوں میں تو کتنا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ فاخرہ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا انکے اپنے گھر میں شادی تھی۔ سو کاموں میں ذہن الجھا ہوا تھا اس پہ سویرا کی طبیعت کے اتار چڑھاؤ۔ دھیان یہاں سے بھی نہیں ہٹتا تھا۔

آپکو پتاہے ناامی وہ تفریح کرنے نہیں بلکہ بازل کے ماموں کی اوپن ہارٹ سرجری ہے انکا وہاں ہونا زیادہ اہم تھا اور میں اکیلی کیوں ہوں؟ میرے پاس آپ سب ہیں، بازل ہیں۔ سویرا نے اپنے تیئں تسلی دلائی۔ حالانکہ بازل ان دنوں اچھا خاصہ مصروف تھا یا پھر یہ مصروفیت ثانیہ کی اگلے ہفتے ہونے والی شادی کی سوچوں سے فرار حاصل کرنے کو خود پہ طاری کی گئی تھی لیکن وہ سویرا کا مکمل دھیان رکھ رہا تھا۔

تم ایسا کرو بس اب میرے ساتھ چلو۔ ہفتے بعد بھی تو آنا ہے ثانیہ کی شادی میں شرکت کے لئے تو بس ابھی آجاؤ۔ کم سے کم میری نظروں کے سامنے تو رہو گی۔ فاخرہ جیسے طے کر کے آئی تھیں۔ فیصلہ کن انداز میں کہا تو سویرا کچھ گھبرا سی گئی۔

آجاؤں گی امی، بازل سے بات کر چکی ہوں، وہ کہہ رہے تھے طبیعت کچھ بہتر ہو جائے تو چلی جانا ایک دو دن میں امی کی طرف اور ساتھ ہی وعدہ بھی لیا ہے کہ کوئی اچھل کود نہیں کرنی اور ناہی خود کو تھکانا ہے۔ بس ریسٹ کرنا ہے فل ٹائم۔ اس نے ماں کو مطمئن کیا۔

لو بھلا میں کرنے دوں گی تمہیں کوئی ایسی حماقت۔ تم نے بس آرام کرنا ہے اور خوش رہنا ہے۔ فاخرہ برجستہ بولیں۔ داماد کا نام سن کر دھیمی پڑی تھی۔

ویسے امی آپی کا لگتا ہے مجھے اپنا دل نہیں کر رہا بازل بھائی کو اکیلے چھوڑنے کا۔یہ تو بس اب اپنے پیا کو پیاری ہو چکی ہیں۔ثانیہ کا انداز بھرپور شرارتی تھا۔سویرا شادی کے اتنے ماہ بعد بھی اس طرح کی باتوں پہ بلش کرنے لگتی تھی۔

کیوں فکر کرتی ہو محترمہ،بس کچھ دن اور پھر تم بھی پیا کو پیاری ہو جاؤ گی۔پھر پوچھوں نی گی کتنے چکر لگتے ہیں میکے کے۔اب تو اسکے پاس بھی ثانیہ کو تنگ کرنے کا سنہری موقع تھا۔اسنے بھی خوب فائدہ اٹھایا۔

سنالو جتنی باتیں سنانی ہیں،میں ہر گز شرمندہ ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔وہ اس معاملے میں سویرا کا الٹ تھی۔

ویسے میں نے تو اس شہر میں ہونا ہی نہیں اور بیچارہ ساحر یوں بھی بازل بھائی کی طرح ملینور تو ہے نہیں جو میرے آئے دن کے ائیر ٹکٹ کے خرچے برداشت کرے گا۔وہ مزے سے بولی تو سویرا نے بھی بھرپور قہقہہ لگایا۔

چپ بد تمیز۔ایسے نہیں کہتے۔فاخرہ نے گھر کا۔

اس لڑکی کی بھی ناز بان نہیں رکتی ہے۔جو منہ میں آتا ہے بول دیتی ہے۔انہیں بالکل اچھا نہیں لگا تھا اس پل بازل اور ساحر کا موازنہ۔

امی مذاق کر رہی ہے۔سویرا نے تسلی دلائی اور لب دبا کر ہنسی کو روکا۔ثانیہ بدستور

مسکرا رہی تھی۔فاخرہ کی ڈانٹ کا اس پہ کم ہی اثر ہوتا تھا۔

ایسی بات مذاق میں بھی کیوں بولی جائے۔کل کو ساحر کے سامنے کہہ دے تو وہ کیا سوچے گا۔یہ رشتے بہت حساس ہوتے ہیں اور ایسی باتیں مسائل کھڑے کر دیتی ہیں۔ وہ بہت سنجیدہ لگ رہی تھیں۔ثانیہ کو اچھی طرح جانتی تھیں کہ اسے پھلجھڑیاں چھوڑنے کی عادت ہے پھر بھی اسکی بات کو اتنا سیریس لے لیا تھا۔

کیا ہو گیا ہے امی، جیسے آپ تو ساحر کو جانتی ہی نہیں۔وہ ایسی اسٹوپڈ باتیں نہیں سوچتا ہے۔ثانیہ نے چپس اٹھا کر کھاتے ہوئے لاپرواہی سے ہاتھ مارا جبکہ دوسری طرف ماں کی سنجیدگی پہ سویرا کی ہنسی کو بھی بریک لگ چکا تھا۔

جو بھی ہے بس خیال رکھا کرو۔اللہ تم دونوں بہنوں کو اپنے گھر میں شاد و آباد رکھے۔ میری تو ہر سانس کے ساتھ یہی دعا نکلتی ہے کہ تمہاری خوشیوں کو کسی کی نظر نا لگے۔ وہ ماں تھیں اور مائیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔خوشیوں کی دعائیں مانگنے والی اور جب جھولی خوشیوں سے بھر جائے تو انکے کم ہونے کے خوف میں گھری۔وہ چھت ہوتی ہیں جو اولاد کو موسموں کی سختی، تند ہواؤں اور زمانے کی سختیوں سے اپنی محفوظ پناہ میں رکھتی ہیں۔

آمین۔ان دونوں نے ایک ساتھ کہا تھا۔

اچھا اب کافی وقت ہو گیا ہے ہمیں چلنا چاہیے۔دل تو میرا یہی تھا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو پر جیسے مناسب سمجھو۔فاخرہ چیزیں سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔چلتے چلتے ایک بار پھر وہی بات دہرائی تھی۔

کہہ رہی ہوں نا آجاؤں گی کیوں فکر کرتی ہیں۔سویرا نے تسلی دی۔

اکیلی ہو یہاں، فکر تو رہے گی نا مجھے۔وہ محبت سے بولیں اور اس کا ماتھا چوما۔

اچھا تو ثانیہ کو میرے پاس چھوڑ دیں۔ثانیہ جیولری کے ڈبے بیگ میں رکھتی رک گئی۔

سویرا نے فاخرہ کی طرف التجائیہ نظروں سے دیکھا۔

لڑکی عقل کو ہاتھ مار، اسکی شادی ہے اگلے ہفتے اسکو یہاں کیسے چھوڑ دوں بھلا۔فاخرہ نے دوٹوک انداز میں انکار کر دیا تھا۔کوئی اور موقع ہوتا تو ایسا سوچا بھی جا سکتا تھا پر ابھی تو بالکل نہیں۔

ایک رات کی تو بات ہے امی۔اس بہانے ہم دونوں بہنیں ڈھیر ساری باتیں کر لیں گیں۔تھوڑا سا کوالٹی ٹائم ساتھ گزار لیں گے۔سویرا کبھی ضد نہیں کرتی تھی لیکن آج اسکی طبیعت ٹھیک نہیں تھی یا اکیلے پن کا احساس۔وہ ساتھ جا نہیں سکتی تھی تو اپنی کمپنی کے لئے بہن کو روک لیا۔

نہیں سویرا، مجھے تو یہ مناسب نہیں لگ رہا بیٹا۔تمہارے بابا کو بھی اچھا نہیں لگے گا۔

فاخرہ خزبز سی کھڑی تھیں۔سویرا کا اصرار اپنی جگہ پر شادی سے ایک ہفتہ پہلے ثانیہ کو کہیں چھوڑنا۔سوچ کر ہی عجیب لگ رہا تھا۔

دن کی خیر تھی وہ اکثر یہاں رہ جاتی تھی پر۔۔۔۔

کچھ نہیں ہوتا امی، میں آج رات آپی کے پاس رک جاتی ہوں، بازل بھائی سے بھی بات کرلوں گی کہ آپی کو میرے ساتھ بھیج دیں اور کل انہیں ساتھ لے کر ہی آؤں گی۔

سویرا کا چہرہ اتر گیا تھا۔وہ مزید کچھ نہیں بولی اور ثانیہ کو اسکی اتری ہوئی شکل بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی۔دل تو اپنا بھی نہیں تھا پر اپنی جان سے پیاری بہن کی خوشی کی خاطر اتنا تو وہ کر ہی سکتی تھی۔وہ رک گئی تھی۔

اسٹڈی روم کے دروازے پہ بے حس و حرکت کھڑی پھٹی پھٹی آنکھوں سے وہ اندر کا نظر دیکھ رہی تھی۔

ایسا لگتا تھا اس پل اسکے بدن میں کاٹو تو لہو نا ہو گا۔اسے لگا وہ اگر یونہی کھڑی رہی تو چکرا کر گر پڑے گی اسی خوف سے اسنے دروازے کا پٹ مضبوطی سے تھام کر خود کو سہارا دیا۔

بے شرم، بے حیا۔۔۔ایسی گھٹیا حرکت کرنے سے پہلے میرے اور اپنے تعلق کا تو

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سوچا ہوتا۔ثانیہ نے دونوں ہاتھوں سے بازل کی قمیض تھام رکھی تھی اور وہ اسے کھینچ رہی تھی۔اس ساری زور آزمائی میں بازل کی قمیض کے کئی بٹن ٹوٹ چکے تھے۔بازل نے غراتے ہوئے اس سے اپنا گریبان چھڑایا اور ایک زور دار طمانچہ اسکے منہ پہ مارا۔ اسکی انگلیوں کے نشان ثانیہ کے گالوں پہ نمایاں تھے۔ثانیہ لڑکھڑا کے فرش پہ گری۔ دیکھا اپنی بہن کا گھٹیا پن،کیسی شرمناک حرکت کر رہی تھی یہ میرے ساتھ۔بازل کی آواز پہ چونک کر ثانیہ نے منہ اٹھایا اور اسکی نظروں کا تعاقب کرتے گردن گھما کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں سویرا اسن کھڑی تھی۔

میری تو زبان ساتھ نہیں دے رہی۔کن الفاظ میں تمہیں بتاؤں یہ۔۔۔۔وہ پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہتا سویرا کی طرف بڑھا۔اسکے ہر لفظ میں شدید نفرت پنہاں تھی۔ثانیہ نے حیرت زدہ نظروں سے بازل اور سویرا کو دیکھا۔

میرے بارہا سمجھانے کے باوجود یہ لڑکی ہاتھ دھو کر میرے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ہزار بار کہا اسے رشتوں کے تقدس کا خیال کرو۔لوگ کیا کہیں گے؟دنیا کیا کہے گی؟پر اس کی آنکھوں پر تو۔۔۔لالچ کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔سویرا کا ہاتھ تھامے بازل نے جذباتی انداز میں کہا۔وہ غصے اور نفرت سے سر جھٹکتا ثانیہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ ؟اتنا بڑا جھوٹ بولتے آپکو شرم نہیں آتی ؟ثانیہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی تھی۔اسکے لمبے سیاہ بال شانوں پہ بکھرے ہوئے تھے۔ بازل کے چانٹوں کی بدولت نچلا ہونٹ پھٹ گیا تھا اور اس میں سے خون رس رہا تھا۔چہرہ انگلیوں کے نشانوں اور شرمندگی سے لال تھا۔

آپی یہ شخص ایک نمبر کا جھوٹا ہے آپ نہیں جانتی اسنے میرے ساتھ زبردستی۔۔۔۔ روتے روتے لفظ منہ میں ہی دم توڑ گئے تھے۔ سویرا ایک ٹک اسکو دیکھ رہی تھی۔

جھوٹا میں ہوں یا تم؟ بازل کی آواز پہ سویرا نے اسکی طرف دیکھا۔

مجھ پہ اتنا بڑا بہتان لگا رہی ہو۔بتاؤں تمہاری بہن کو تم کس کس طرح اپنی اداؤں سے مجھے بہکانے کی کوشش کرتی رہی ہو۔ بازل تلخی سے بولا اور اس پل اسنے سویرا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبایا۔

شٹ اپ !ثانیہ غرائی۔

یو شٹ اپ۔ بازل اس سے بڑھ کر چلایا۔

سویرا پوچھو اس سے یہ اتنی رات کو میری اسٹڈی میں کیا کرنے آئی تھی۔ بازل نے سویرا کا بازو تھام کر اسے سوال کرنے کے لئے اکسایا۔

میں خود یہاں نہیں آئی تھی بلکہ تم نے مجھ سے کافی منگوائی تھی۔ثانیہ کی بات پر بازل

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کے لبوں پہ ایک تلخ مسکراہٹ ابھری جبکہ سویرا نے ناقابلِ یقین نظروں سے ثانیہ کی طرف دیکھا۔

لیکن بازل تو کافی پیتے ہی نہیں۔ سویرا کی آواز بہت دور سے آئی تھی۔ثانیہ نے چونک کر پہلے سویرا کو اور پھر میز پہ پڑے سرد کافی کے مگ کو دیکھا۔

جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔سچ پہ لاکھ پردے ڈالو سامنے آ ہی جاتا ہے۔ سویرا یہ یہاں کافی کے بہانے میرے ساتھ وقت بتانے آئی تھی۔مجھے اپنے حسن کے جال میں پھانس کر بہکانے کی کوشش تو یہ بہت دیر سے کر رہی تھی پر میں نے کبھی اس پر دھیان ہی نہیں دیا اور تمہیں بھی اس لئے کچھ نہیں بتایا کہ تمہیں دکھ نہ پہنچے۔

ثانیہ نے کچھ کہنا چاہا پر سویرا نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کرا دیا۔

آج بھی یہ یہاں مجھ سے ایسی ہی فحش باتیں کر رہی تھی اور مجھے seduce کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔جب میں نے اسکو سنجیدگی سے شٹ اپ کیا تو میرے گلے لگ گئی میں نے تنبیہہ کی کہ میں آج سویرا کو سب کچھ بتا دوں گا تو لگی میرا گریبان نوچنے۔

بازل نے تیز لہجے میں بولتے اپنی قمیض کے کھلے گریبان کی طرف اشارہ کیا۔

بکواس بند کرو۔ میری بہن کو جھوٹی من گھڑت کہانی سنا کر میرے خلاف کیا ثابت کرنا

چاہتے ہو؟ثانیہ نفرت سے پھنکاری۔

آپی میں سچ کہہ رہی ہوں،اس نے خود کچن میں آکر مجھ سے کافی لانے کا کہا تھا۔ باذل نے بے ساختہ سر تھام لیا۔

میں نے آج تک کبھی کافی پی ہی نہیں۔ مجھے تو الرجی ہے کافی سے۔ وہ بے اختیار بولا۔

سویرا بات دراصل یہ ہے کہ یہ میری دولت، میرے سوشل اسٹیٹس سے بری طرح متاثر ہے۔ بارہا مجھ سے کہہ چکی ہے کہ ساحر سے شادی کا فیصلہ اسکی زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہے اور یہ بہت پچھتا رہی ہے۔اب بھی جب میں نے اسے ڈانٹا تو آپے سے باہر ہوگئی اور تم نے بھی تو دیکھا یہ کیسے میرے گلے پڑ رہی تھی۔ باذل نے تفصیل سے ساری بات سویرا کو سنائی۔ سویرا کو تو جیسے چپ لگ گئی تھی۔

یہ سب جھوٹ ہے۔اسنے میرے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کی تھی۔ثانیہ نے روتے ہوئے کہا۔

اسکی حالت دیکھو اور میرا حلیہ چیک کرو سویرا۔ تمہیں خود پتا چل جائے گا کون کس سے دست درازی کر رہا تھا۔ باذل نے ثانیہ کی طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا۔

آپی یہ۔۔۔میری بات سنیں پلیز۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی سویرا نے ایک زوردار طمانچے سے اسکا منہ لال کر دیا تھا۔

کاش آج کا دن دیکھنے سے پہلے مجھے موت آجاتی۔آنکھوں میں نفرت لئے وہ دھاڑی تھی۔ثانیہ نے بے ساختہ اپنا گال تھام لیا۔

زندگی میں اس سے زیادہ شرمندگی اور ندامت کا لمحہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔بازل نے تاسف سے کہا۔حیرت سے سب کی طرف دیکھتے اسے وہاں کھڑے ہر شخص کی نظروں میں اپنے لئے حقارت دکھائی دی یوں جیسے وہ کوئی پلید شے ہو۔

آخر میرا قصور کیا ہے؟کمرے میں گونجتی اسکی فریاد کسی بھی دل تک دستک دیئے بنا پلٹ آئی تھی۔

نکل جاؤ یہاں سے،آج کے بعد میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔اسکی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔کیا تعلق اتنی جلدی ٹوٹ جاتے ہیں؟کیا بھروسہ یوں آنافاناشک کی قبر میں دفنا دیا جاتا ہے۔

آپ اس شخص کی جھوٹی باتوں میں آکر اپنی بہن پہ شک کر رہی ہیں۔وہ تڑپ کر بولی۔

تم جیسی ہوتی ہیں بہنیں۔اپنی بہن کا گھر خراب کرتے تمہیں شرم نہیں آئی ثانیہ۔

ساری زندگی میں نے خود پہ تمہاری برتری برداشت کی اور بس اتنا ہی تھا تمہارا ظرف؟ بہن کو اپنے سے بہتر زندگی گزارتا نہیں دیکھ سکی تم۔ ساتھ ہی اپنی گھٹیا اوقات دکھا دی۔ بازل اب قدرے ریلیکس کھڑا تھا جبکہ سویرا غصے سے تھر تھر کانپتی ثانیہ پہ برس رہی تھی۔

میں ابھی ابو کو کال کر کے بلاتی ہوں کہ آ کر تمہیں یہاں سے لے جائیں اور آج کے بعد مجھے اپنی شکل بھی مت دکھانا۔ وہ اسی پل اسٹڈی سے باہر نکل گئی تھی۔ بازل کے چہرے پہ فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com

رات کا ایک بج چکا تھا۔ فاخرہ گھر میں جلے پاؤں کی بلی کی طرح چکر لگا رہی تھی۔ متعدد بار رضا حیدر، ثانیہ اور سویرا کو کال کر چکی تھی پر اسکی کال کسی نے اٹینڈ نہیں کی تھی۔ بارہ بجے کے قریب سویرا کی کال رضا حیدر کو موصول ہوئی تھی اور وہ اس سے کچھ بھی کہے بغیر گھر سے نکل گئے تھے۔ وہ انکی یکطرفہ بات سے بس اتنا ہی اندازہ لگا پائی تھی کہ سویرا بے تحاشہ رو رہی تھی اور انہیں فوراً آنے کا کہہ رہی تھی۔ اسے خود پہ شدید غصہ آ رہا تھا کہ اسنے انہیں اکیلے کیوں جانے دیا پر وہ اسے ساتھ لے کر جانے پہ تیار بھی کب

تھے۔اسکادل برے برے وسوسوں سے دہل رہا تھا۔اب تک ناجانے وہ کتنے مفروضے لگاچکی تھی پر اصل بات توانکے آنے پر ہی معلوم ہوسکتی تھی۔پورچ میں گاڑی کی آواز سن اسکے سینے سے ایک پر سکون سانس خارج ہوا تھا۔وہ تقریباً بھاگتے ہوئے صدر دروازے تک گئی اوراسی پل رضاحیدر تھکے تھکے قدموں سے گھر کے اندر داخل ہوئے۔انکے پیچھے پیچھے پیر گھسٹتی، سر جھکائے اور چہرے پہ زخموں کے نشان لئے ثانیہ بھی اندر چلی آئی۔فاخرہ کے قدم زمین نے جکڑ لئے تھے۔اس نے رضاحیدر کے چہرے کو دیکھا۔انکے چہرے پہ تھکن تھی اوراس لمحے وہ فاخرہ کواپنی عمر سے سو سال بڑے لگے تھے۔فاخرہ سے نظریں چراتے وہ بس چپ چاپ صوفے کی طرف بڑھے اور گرنے کے انداز میں اس پہ بیٹھ گئے تھے جبکہ ثانیہ سر جھکائے اب بھی چوکھٹ پہ کھڑی تھی۔

میں کہتی ہوں آخر ہوا کیا ہے رضاصاحب ؟اسکے بارہا پوچھنے پر بھی حرضاحیدر نے کوئی جواب نہ دیا تووہ پھٹ پڑی تھی۔

کیوں اتنی رات کوسویرا نے آپکوامر جنسی میں بلایا تھااور یہ ثانیہ۔۔۔۔اسکو کیا ہوا ہے اسکے چہرے پہ اتنی چوٹ کیسے لگی ؟وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ فاخرہ کی طرف دیکھ رہے تھے جو شدید پریشانی کے عالم میں ان دونوں سے مسلسل سوال کر رہی تھی اور

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسی کشمکش میں تھے کہ فاخرہ کو بتائیں تو کیا۔

آپ لوگ مجھے کچھ بتاتے کیوں نہیں آخر پلیز مجھے بتائیں سب ٹھیک تو ہے نامیرا دل بند ہوئے جارہا ہے۔فاخرہ نے تقریباً روتے ہوئے کہا۔ثانیہ کی آنکھوں سے نکلتا کھارا پانی اسکے رخساروں پہ کہہ رہا تھا۔

وہ لب کاٹتی اب بھی کسی بت کی طرح اسی مقام پہ کھڑی تھی۔

فاخرہ مجھ سے اس وقت کچھ مت پوچھو پلیز میں تمہاری کسی بھی بات کا جواب نہیں دے پاؤں گا۔رضا حیدر نے التجائیہ انداز میں کہا۔

ثانیہ! تم بتاؤ۔۔وہاں ایسا کیا ہوا تھا جو سویرا نے تمہارے بابا کو بلایا۔سویرا اور بازل ٹھیک تو ہیں نا؟رضا حیدر سے مایوس ہو کر اسنے اب کی بار ثانیہ کو متوجہ کیا۔یہ اسکا ہی دل جانتا تھا وہ اس وقت کس کرب سے گزر رہی ہے۔

ٹھیک ہے۔اگر آپ دونوں مجھے کچھ نہیں بتائیں گے تو میں خود سویرا کو کال کر کے پوچھتی ہو معاملہ کیا ہے۔ثانیہ نے نا تو کوئی جواب دیا تھا نا ہی ماں کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تھا۔فاخرہ دوٹوک انداز میں کہتے ہوئے صوفے سے اٹھی تھی۔

رک جاؤ فاخرہ۔بالآخر رضا حیدر کی زبان کا قفل ٹوٹا تھا۔

بیٹھو۔کچھ سوچتے ہوئے انہوں نے کہنا شروع کیا۔ساری بات فاخرہ کو سنا کر انہوں نے دونوں ہاتھوں س سے اپنا سر تھام لیا تھا جبکہ فاخرہ حیرت اور پریشانی سے انکی شکل دیکھ رہی تھی۔

یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ ؟ثانیہ اور بازل ؟اوہ میرے خدایا! فاخرہ کو جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

کیا کرنے گئی تھی تم اسٹڈی میں اتنی رات کو ؟اچانک وہ صوفے سے اٹھی اور تیز قدموں سے چلتی ثانیہ کے پاس جا پہنچی۔

بولو؟اسکا بازو تھام کر جھنجوڑتے ہوئے فاخرہ نے غصے سے پوچھا۔ثانیہ کسی بت کی طرح خاموش کھڑی تھی۔

بتاؤ مجھے،بولتی کیوں نہیں کچھ ؟اسکا بس نہیں چل رہا تھا وہ ثانیہ کی چمڑی ادھیڑ دے۔

اسے کچھ مت کہو اسکی کوئی غلطی نہیں ہے فاخرہ۔رضا حیدر کی لرزتی آواز پہ فاخرہ نے پلٹ کر دیکھا۔

میں جانتا ہوں وہ جھوٹ بول رہا ہے۔بہتان لگا رہا ہے ہماری معصوم بچی پر۔سچ تو یہ ہے وہ خود ایک بدنیت انسان ہے۔انہوں نے غصے سے کہا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جب آپ یہ سب اتنے وثوق سے کہہ رہے ہیں تو سویرا کو وہاں اس گھٹیا شخص کے پاس کیوں چھوڑ آئے ہیں رضا۔اسے بھی ساتھ لے کر آتے۔فاخرہ کو انکی کوئی بھی بات سمجھ نہیں آرہی تھی۔وہ جیسے اس سارے قصے سے الجھ سی گئی تھی۔ایک ساتھ اتنی بہت سی پریشانیوں نے آگھیرا تھا انکا تو دماغ ہی کام نہیں کر رہا تھا۔

وہ گھٹیا شخص تمہاری بیٹی کا شوہر ہے فاخرہ اور اس حالت میں جبکہ وہ خود اس پہ بے تحاشہ بھروسہ کرتے ہوئے اپنی چھوٹی بہن پہ لگائی تہمت کا یقین کر رہی ہے تو میں کس طرح اسے وہاں سے اپنے ساتھ لے آتا۔رضا حیدر نے اسے وہ پہلو یاد دلایا جو خود انکے بھی ہاتھ باندھ رہا تھا۔بازل کا گریبان پکڑنا انکے لئے مشکل نہ تھا پر کس دل سے اپنے ہاتھوں بیٹی کا گھر اجاڑتے۔عمر کے س حصے میں ایک جہاندیدہ انسان کے لئے سچ اور جھوٹ کی پرکھ کرنا مشکل مرحلہ نہیں ہوتا پر جہاں سچائی نظر پہ لانے میں نقصان دونوں صورت آپکا ہی ہو رہا ہو تو انسان بڑے نقصان سے اجتناب کرتا ہے۔سویرا انکی کوئی بھی بات سننے کو تیار ہی نہیں تھی۔وہ تو بس اس تمام معاملے کو بازل کی نظروں سے دیکھ،سن اور سمجھ کر نتیجہ نکال چکی تھی۔اسے ثانیہ پہ شک نہیں یقین تھا کہ اسکے شوہر کو ورغلانے میں سو فیصد اسی کا کردار ہے اور وہ اس سے ہر تعلق،ہر رشتہ توڑ کر اسکی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

دماغ خراب ہو گیا ہے سویرا کا۔ وہ نہیں جانتی ثانیہ کو، اپنی بہن پہ اعتبار نہیں اسے اور شوہر پہ ایسا اندھا بھروسہ۔۔ میں کرتی ہوں اس سے بات۔ ساری بات جان کر فاخرہ مزید پریشان ہو گئی تھی۔ بیٹھے بٹھائے زندگی میں کیا کہرام برپاء ہوا تھا۔

مجھے نہیں لگتا یہ وقت اس بحث کے لئے مناسب ہے۔ جب ذرا رک کر ٹھنڈے دماغ سے سوچے گی تو خود سمجھ جائے گی۔ گو وہ خود مطمئن نہیں تھے تو فاخرہ کو اپنی کسی دلیل سے کیسے پر سکون کرتے۔ لیکن حقیقت تو بس یہی تھی۔

مجھے تو اسکی طبیعت کی طرف سے بھی تشویش ہو رہی ہے۔ پتا نہیں کیسی ہو گی میں اسے فون کر کے پوچھتی ہوں۔ وہ ماں تھی، جو سامنے کھڑی سوجے گال اور پھٹے ہونٹ کے ساتھ اپنا تماشہ بننے کا ماتم کر رہی تھی اس کے لئے مر رہی تھی تو دوسری طرف اس اولاد کے لئے بھی دل تڑپ رہا جس کے اپنے اندر اس وقت ایک دوسری زندگی پل رہی ہے۔ لیکن رضا حیدر نے کال کرنے سے منع کر دیا تھا۔

ثانیہ تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ کچھ سوچتے ہوئے فاخرہ نے پاس کھڑی ثانیہ کا کندھا تھپتھپایا اور اسے جانے کا کہا۔ ثانیہ کسی روبوٹ کی طرح اشارہ ملتے ہی مریل قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے لگی جبکہ نڈھال سے انداز میں فاخرہ صوفہ پہ رضا حیدر کے

برابر جا بیٹھیں۔ نیند آج انکے مقدر میں نہیں تھی۔ پر وہ نہیں جانتی تھیں یہ رت جگے انکا مقدر بننے والے ہیں۔

ان دونوں کو گپیں لگاتے وقت کا اندازہ ہی نہیں ہوا اور جب گھڑی دیکھی تو رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ بازل ڈنر کے بعد سے اپنی اسٹڈی میں تھا۔ سویرا جانتی تھی یہ اسکا روز کا معمول ہے اور وہ رات گئے تک کام کرنے کا عادی ہے۔

بازل Workholic ہیں۔ ثانیہ کے استفسار پہ سویرا نے یہی جواب دیا تھا۔ ثانیہ کے لئے گیسٹ روم کھلوا دیا گیا تھا۔ ویسے تو اس گھر میں ملازموں کی فوج تھی پر رات کے اس پہر وہ سب اپنے کواٹروں میں جا چکے تھے۔ سویرا اسے کافی کا پوچھا تو اسنے صاف منع کر دیا۔ وہ اس وقت کافی پی کر اپنی نیند خراب کرنے کے موڈ میں نہیں تھی سویرا سونے کے لئے اپنے کمرے میں چلی گئی جبکہ وہ کافی بنانے کچن میں چلی آئی۔

اگر کافی بنا رہی ہو تو یک کپ میرے لئے بھی بنا دو پلیز۔ ثانیہ نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا۔

امید کرتا ہوں زحمت نہیں ہو گی۔ بازل نے کچن کے دروازے میں کھڑے گھمبیر

لہجے میں کہا۔

اس میں زحمت والی کیا بات ہے۔ثانیہ نے نفی میں سر ہلایا۔

میں اسٹڈی میں ہوں۔وہ فوراً ہی وہاں سے چلا گیا تھا۔ثانیہ ایک بار پھر کافی کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

چند منٹ بعد وہ اپنی اور بازل کی کافی کا مگ ہاتھ میں تھامے دھیمے قدموں سے چلتی اسٹڈی کے دروازے تک گئی۔جہازی سائز میز کے دوسری طرف رکھی آفس چیئر پہ بیٹھا بازل اپنے لیپ ٹاپ کی اسکرین کو انہماک سے دیکھ رہا تھا۔ثانیہ نے جھجکتے ہوئے قدم اندر بڑھائے۔

بیٹھو۔۔اگر کوئی اور کام نہیں تو کافی ساتھ پیتے ہیں۔کافی کا مگ میز پہ رکھ کر وہ واپس پلٹ رہی تھی کہ بازل بے اختیار بولا۔وہ رکنا نہیں چاہتی تھی پر کوئی بدمزگی نہ ہو اس لئے بہانہ بھی کچھ مناسب ہونا چاہیے تھا۔

پتا نہیں تمہارے ساتھ ایسی سچویشن کبھی ہوئی ہے یا نہیں کہ غضب کی پیاس ہو اور سامنے رکھا شیریں پانی پینے کو لب ترس رہے ہوں پر خود پہ ضبط کرتے ہوئے اس آگ میں جھلستے رہیں۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہہ پاتی بازل نے کمپیوٹر اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ثانیہ حیرت اور ناسمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

ظاہر ہے ایسی حالت میں کون بیو قوف صبر کرتا ہے۔مجھے پیاس لگی ہو اور پانی سامنے ہو تو میں بھلا کیوں چھوڑوں گی۔اپنی بات کے اختتام پر اسنے رسمی مسکراہٹ کے ساتھ واپسی کا عندیہ کیا۔وہ ابھی چند قدم ہی آگے بڑھی تھی کہا سے اپنی کلائی پہ بازل کے ہاتھ کی گرفت محسوس ہوئی۔وہ سر تاپاء کانپ گئی تھی اور اسی گھبراہٹ میں ہاتھ میں پکڑا کافی کا مگ فرش پہ گر کر چکنا چور ہو چکا تھا۔

میں بھی کچھ ایسا ہی کرنا چاہتا تھا۔ایک بار چھو کر بار بار چھونے کی تمنا پہ زنجیریں باندھتے ہوئے میرے اندر بھی آگ لگی ہے ثانیہ۔اسے اپنی سمت دھکیلتے بازل نے اسکے سراپے کو نگاہوں میں رکھتے ہوئے کہا۔

ثانیہ کی آنکھیں خوف وحیرت سے پھیل گئی تھیں۔

کیا بد تمیزی ہے یہ، چھوڑیں میرا ہاتھ بازل بھائی۔بازل کو پرے دھکیلتے ثانیہ نے پوری طاقت سے اپنی کلائی اسکی گرفت سے آزاد کروانے کی کوشش کی پر وہ ناکام رہی

تم نہیں جانتی جب سے تمہیں دیکھا ہے میرا چین وسکون غارت ہو گیا ہے۔بہت کوشش کی ہے خود پہ قابو رکھنے کی پر تمہیں حاصل کرنے کی لگن اتنی زور آور ہے کہ مجھے خود پہ اختیار نہیں رہا۔ثانیہ کی آنکھوں میں دیکھتے اسکا انداز اتنا بے خوف تھا کہ وہ لرز گئی۔بدن میں اس پل کاٹو تو لہو نا تھا۔

کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔۔۔کانپتے لبوں سے وہ فقط اتنا ہی کہہ پائی۔ بازل نے اب بھی اسکی کلائی مضبوطی سے تھام رکھی تھی۔ثانیہ مسلسل اسکی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی تگ ودو میں لگی تھی۔

اس میں چیپ کیا ہے؟ محبت کرتا ہوں تم سے۔شادی کرنا چاہتا ہوں۔ویسے بھی کیا رکھا ہے اس ٹٹ پو نجیے میں؟ اسکے کان کے بالکل پاس سرگوشی کرتے ہوئے بازل نے سفاکی سے کہا۔

چھوڑ دو اسے۔۔۔ٹرسٹ میں تمہیں ملکہ بنا کر رکھوں گا۔دو جہاں کی خوشیاں تمہارے قدموں میں ڈھیر کردوں گا کہ دنیا رشک کرے گی تم پر۔اس بار ثانیہ خود کو اسکی گرفت سے آزاد کروانے میں کامیاب ہو چکی تھی۔اس نے نفرت سے اسے خود سے پرے دھکیلا۔

مجھ سے ایسی گھٹیا اور گری ہوئی بات کرتے آپکو شرم نہیں آئی۔

اسے یقین تھا بازل کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔وہ اب تک شاک کی کیفیت میں تھی۔

بازل اسے اپنی دولت سے متاثر کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا اور وہ اسے کیا بتاتی کہ محبت دولت کے انبار کی شرط پہ نہیں کی جاسکتی۔یہ دل سے روح کا رشتہ ہے۔

محبت میں شرم کیسی؟

یہ جو مجنوں، رانجھا، فرہاد کی فرضی داستانوں پہ لوگ مر جاتے ہیں نا۔۔۔ان سے کہیں
بڑھ کر میرے دل میں تمہاری محبت ہے۔ بازل نے اسکے دونوں ہاتھوں کو تھام لیا۔
ثانیہ نے اسے دھکا مار کر خود سے پیچھے ہٹایا۔
محبت اور ہوس میں فرق نظر نہیں آتا آپکو؟ اسے اس کمرے سے، بازل کی دسترس سے
نکلنا تھا فوراً سے پہلے اور وہ بے بسی سے لب کاٹتی راہِ فرار کا سوچ رہی تھی۔ بازل کا
مضبوط وجود دیوار بن کر اسکے سامنے کھڑا تھا۔
مجھے تو بس تم نظر آتی ہو۔۔۔ ہر گھڑی، ہر جگہ۔ اس وقت سے جب پہلی بار تمہیں
سرخ جوڑے میں نور برساتے دیکھا تھا۔ چین لوٹ لیا تھا میرا تمہارے حسن نے۔
اپنے بازوؤں کی مضبوط گرفت میں بھرتے وہ سرگوشی کے انداز میں بولا۔ ثانیہ نے
زور سے چیخنا چاہا پر اس پہ خوف اس شدت سے حاوی تھا کہ اسکی آواز حلق میں اٹک
گئی۔
تم ہاں کہہ دو تو سویرا کو ابھی کے ابھی طلاق دے سکتا ہوں۔ اس نے جنونی انداز میں
ثانیہ کو خود سے قریب کیا۔
لعنت ہو تم پر، میری بہن تمہیں فرشتہ سمجھتی ہے لیکن تم تو۔۔۔ انسان کہلانے کے
لائق بھی نہیں ہو۔ ثانیہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی مدد سے اسے زور سے دھکا دیا۔ وہ

ایک جھٹکے سے اسکی گرفت سے نکلی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ ایک بار پھر اسکی طرف بڑھے ثانیہ اس کمرے سے نکل کر سویرا کے پاس جانا چاہتی تھی۔

بازل بختیار کو نہ سننے کی عادت نہیں ہے۔جو میری نظروں میں سما جائے میں اسے کسی اور کے قابل بھی نہیں چھوڑتا۔وہ غراتا ہوا اسکی طرف لپکا تھا اور اسنے آؤ دیکھا نا تاؤ یکے بعد دیگرے اسکے چہرے پہ دو تین تھپڑ دے مارے۔

گھٹیا انسان، تمہیں رشتوں کا تقدس پامال کرتے شرم نہیں آتی۔اس کے گریبان کو نوچتے ہوئے وہ ہذیانی انداز میں چلائی اور اس کھینچاتانی میں بازل کی قمیض کے کئی بٹن ٹوٹ چکے تھے۔وہ تکلیف کی شدت سے کراہی اور یکدم بازل نے اسے زوردار تھپڑ مارتے ہوئے اپنا گریبان چھڑایا۔اسٹڈی کے دروازے پہ کھڑی سویرا کو دیکھ کر اسنے فوراً پینترا بدلا تھا اور اپنی ہوس اور کم ظرفی کو جھوٹ کا لبادہ پہنا کر سارا الزام ثانیہ پہ ڈال دیا۔سویرا نے ثانیہ کی ایک نا سنی تھی اور اس سے اپنا ہر تعلق توڑ لیا تھا۔اسے بازل پہ ثانیہ سے زیادہ اعتبار تھا۔

یہ سچ نہیں ہو سکتا،یقیناً یہ کوئی خواب ہے۔بہت بھیانک خواب۔۔۔۔لیکن نہیں۔یہ خواب نہیں تھا۔یہہ حقیقت تھی۔تلخ حقیقت۔جھوٹ نے سچ پہ پردہ ڈال دیا تھا۔

چہرے پہ ندامت لئے اسنے خود پہ اٹھتی بازل کی فاتحانہ نگاہوں کو دیکھا تھا۔

بستر پہ چت لیٹی چھت کو گھورتی ثانیہ نے بے آواز آنسو بہاتے بے بسی سے آنکھیں موندلیں تھیں۔کاش وہ اس رات کی صبح نہ دیکھ پائے۔دل میں اک ہوک سی اٹھی تھی۔

ایبہانے آدھی رات کو اپنے کمرے کی کھڑکی سے رضا حیدر کی گاڑی پورچ سے نکلتی دیکھی۔اسے حیرت اور پریشانی نے آگھیرا تھا۔برسوں سے وہ رضا حیدر کی روٹین سے اچھی طرح واقف تھی۔وہ صبح خیز تھے اور جلد سونے کے عادی تھے۔ثانیہ آج رات سویرا کی طرف رک رہی تھی یہ بات بھی ایبہا کے علم میں تھی۔

کہیں کوئی امرجنسی نہ ہو گئی ہو۔میں کال کرکے پتا کرتی ہوں۔ایبہا نے تبسم کو بتانا ضروری سمجھا تھا۔وہ فوراً ہی کال ملانے لگی تھی۔

میرا خیال ہے تھوڑی دیر انتظار کر لیتے ہیں امی،ہو سکتا ہے تایا ابو کسی بہت ضروری کام سے نکلے ہوں۔

ایبہا نے اسے کال کرنے سے روک دیا تھا۔مبین حیدر سو چکے تھے ورنہ زیادہ بہتر تو یہی تھا کہ وہ خود بھائی سے معلوم کرتے۔تبسم بھی اسکے بعد اپنے کمرے میں چلی گئی تھی

جبکہ ایہا کا ذہن خاصہ منتشر تھا۔

جو بھی ہے صبح پتا چل ہی جائے گا۔جب سوچ سوچ کر ذہن تھک گیا پر کوئی سرا ہاتھ نہ آیا تو خود کو تسلی دیتی بستر پہ لیٹ گئی پر نیند کو تو جیسے آج آنکھوں سے بغاوت ہو گئی تھی باہر سڑک پہ رکنے والی گاڑی کی ہیڈلائٹیں کھڑکی کے پردے سے چھن چھن کر تاریک کمرے کو روشن کر رہی تھیں اور وہ دیکھے بغیر بھی جانتی تھی کہ یہ گاڑی رضا حیدر کی ہی ہے۔یقیناً انکی واپسی ہو چکی تھی۔وہ لپک کر بستر سے اٹھی اور کھڑکی سے باہر جھانکا۔اوپر کی منزل پہ بنے ایہا کے کمرے سے رضا حیدر کے گھر کا پورچ صاف نظر آتا تھا۔گاڑی سے ثانیہ اور رضا حیدر کو اترتے دیکھ کر ایہا کا ماتھا ٹھنکا تھا۔پورچ کی زرد روشنی میں ثانیہ کا اترا ہوا چہرہ اور رضا حیدر کا تھکا تھکا انداز۔۔۔وہ تقریباً بھاگتی ہوئی نیچے اتری تھی۔اس بار تبسم کو کچھ بھی بتانے کی بجائے وہ خود اندرونی دروازے سے ثانیہ کے گھر میں داخل ہوئی۔اب تو اسے واقعی تشویش ہو رہی تھی کہ آخر اتنی رات کو ثانیہ گھر واپس کیوں چلی آئی۔

لاونج کا دروازہ کھلا تھا اور ثانیہ اندر جانے کی بجائے وہیں بے حس و حرکت کھڑی تھی۔

اندر سے فاخرہ اور رضا حیدر کے بولنے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔وہ دونوں جو بات کر رہے تھے اسنے ایہا کے پیروں تلے سے زمین نکال دی تھی۔چپ

چاپ پورچ کے ستون کے پیچھے کھڑے ہو کر اسنے سارا قصہ سنا اور پھر دبے قدموں واپس پلٹ گئی تھی۔

❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦ ❦

آپکو آج اور ابھی ہم دونوں میں سے کسی ایک کو چننا ہو گا۔ وہ بے تحاشہ رو رہی تھی لیکن فاخرہ کی کوئی نات سننے کے لئے تیار نہیں تھی۔ پچھلے چند گھنٹوں میں بازل اسکا زبردست انداز میں برین واش کر چکا تھا۔ فاخرہ نے جتنا سمجھایا نتیجہ صفر نکلا۔

مجھے آپکی قیاس آرائی نہیں سننی۔ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میں نے۔ اب کسی دلیل کی گنجائش کہاں بچتی ہے۔ وہ اسے کیا سمجھاتیں کہ خود جانتی تھیں وہ اس وقت اپنی نہیں بازل کی آنکھوں سے دیکھ اور سمجھ رہی ہے۔

اپنی بہن کے لئے اتنی نفرت وہ بھی اس مکار شخص کی خاطر۔ سویرا کی طبیعت پہلے ہی اچھی نہیں تھی اس پہ اسکا رونا بلکنا۔ انکا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

نہیں ہے وہ میری بہن۔ مجھ سے کوئی تعلق ہوتا تو یہ شرمناک حرکت کرنے سے پہلے سو بار سوچتی۔ اور آج آپ جسے مکار کہہ رہی ہیں کل تک اسکی تعریفیں کرتے آپکی زبان نہیں تھکتی تھی امی۔ سویرا کے دل میں جو گرہ بنی تھی وہ انکے سمجھانے سے نہیں کھل پائی۔ مجبوراً انہیں فون بند کرنا پڑا۔

وہ اس وقت کسی کی کوئی بھی بات نہیں سنے گی۔ بہتر ہے اسے تھوڑا وقت دو سوچنے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اور سمجھنے کے لئے۔ وہ ثانیہ سے بہت بد گمان ہے۔ رضا حیدر کے بزدیک فی الوقت اس

ز مسئلے کا یہی حل تھا۔ وہ بہت سنجیدگی سے تمام پہلوؤں پہ غور کر رہے تھے۔

پھر اب ہم کیا کریں گے۔ کیسے اس سارے مسئلے کو حل کریں گے۔ میری تو عقل کام

ہی نہیں کر رہی۔ فاخرہ کو تو اندر ہی اندر یہ غم کھائے جا رہا تھا اسنے سویرا کے اصرار پر

ثانیہ کو وہاں چھوڑا ہی کیوں۔

ثانیہ کی شادی تک بالکل خاموش رہو۔ سویرا کی طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنا دیں گیں۔

اچھا ہے یہ شادی کے بعد ساحر کے ساتھ لندن جا رہی ہے۔ سویرا جب ٹھنڈے دماغ

سے ساری باتوں پہ غور کرے گی تو خود ہی صحیح اور غلط کا فرق سمجھ جائے گی۔ رضا حیدر

نے رازدارانہ انداز میں کہا۔ دن گنے جا چکے تھے۔ روز گھر میں رشتے داروں کا آنا جانا تھا

ایسی حالت میں اس بات کی کسی کو ہوا لگنا بھی کئی مسائل کو جنم دے سکتا تھا۔

جہاں سوال کے بدلے سوال ہوتا ہے

وہاں سے محبتوں کا زوال ہوتا ہے

یہ چوٹ کہاں سے لگی؟ مہمانوں کی آمد متوقع تھی پر ساحر کا اچانک بغیر بتائے گھر چلے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آناً فاخرہ کو حواس باختہ کر گیا تھا۔ وہ فاخرہ سے سلام دعا کے بعد انکے لاکھ بہانوں کے باوجود سیدھا ثانیہ کے کمرے میں گیا تھا۔ کل رات سے وہ اپنے کمرے میں تھی۔ چوٹ کتنی اور کہاں لگی تھی یہ کسی نے نہیں دیکھا تھا کیونکہ جسم سے زیادہ اذیت روح جھیل رہی تھی۔ وہ نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ زخم مزید نمایاں ہو گئے تھے کیونکہ کسی نے ان پہ مرہم نہیں لگایا تھا۔

گر گئی تھی۔ ساحر کی طرف دیکھے بغیر اسنے وہ کہا جو فاخرہ نے تاکید کی تھی۔ انہوں نے اسے اپنی قسم دے کر کہا تھا کہ کسی کو اس بات کی ہوا بھی نہ لگے۔

سچ کہہ رہی ہو؟ وہ بالکل سامنے بیٹھا بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

جھوٹ کیوں بولوں گی؟ لہجہ بے تاثر تھا۔

سوال کا جواب سوال نہیں ہوتا ثانیہ! وہ فی الفور بولا۔

اس سے پہلے تو تمہیں کبھی میرے سچ اور جھوٹ کو پرکھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

اس نے سر اٹھایا۔ آنکھوں کی سوجن اور لالی ساحر کو مزید الجھا گئی تھی۔

اس سے پہلے ہمارا تعلق الجھنوں کے سراب میں بھٹکا بھی تو نہی تھا۔ ساحر کا لہجہ ترش تھا یہ وہ ساحر نہیں تھا جسے ثانیہ اتنے سالوں سے جانتی تھی۔

توسوال تعلق پہ آن پہنچا ہے۔وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔

جب سچ کو جھوٹ کی چادر اوڑھانے کی کوشش کی جائے،وہاں تعلق سوال ہی بن جاتے ہیں۔وہ گہری نظروں سے دیکھ رہا تھاثانیہ نے نظریں جھکا دیں۔

میری ایک بات یادرکھناثانیہ۔۔انسان سیڑھیوں سے گر جائے تواٹھ کر کھڑا ہو سکتا ہے مگر کسی کی نظروں سے گر کر اٹھنا ممکن نہیں۔اسکا تنبیہی اندازثانیہ کواپنے رشتے کی کمزوری کااحساس دلارہاتھا۔لیکن وہ ساحر کے اندر ہورہی جنگ سے بے خبر تھی۔

بعض موقعے قدرت آپکو پلیٹ میں سجا کر پیش کر دیتی ہے اب یہ آپ پہ منحصر ہے کہ انہیں کس انداز میں اور کیسے استعمال کرتے ہیں۔خود پہ لاکھ خلوص کا ملمع چڑھائیں پر انسان دوسرے کی تکلیف پہ اپنے مفادات کو فوقیت دیتا ہے۔ابیہا کو قدرت نے یہ گولڈن چانس دیا تھا۔ترپ کاپتااسکی جھولی میں گراتھاتووہ اسے اپنے حق میں کیوں نہ استعمال کرتی۔صبح اس نے ساحر کو کال کر کے ثانیہ اور بازل کے متعلق ہر بات بتادی تھی لیکن سارا الزام ثانیہ کے کھاتے میں ڈال کر۔

کیا بکواس کر رہی ہو تم ابیہا؟اگر یہ مذاق ہے توانتہائی بھونڈا مذاق ہے۔ساحر کا دل ہر گز اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔

میرے ساتھ مذاق والا تعلق کبھی نہیں رکھا آپ نے۔لیکن ظاہر سی بات ہے آپکو

بھلا میری کسی بات پہ یقین کیوں آئے گا۔

ثانیہ کے چہرے پہ گہرے زخم ابیہا کی باتوں کی تصدیق کر گئے تھے۔اس پہ ثانیہ کا جھوٹ اور بکھرا ہوا وجود اسکو ہزار موت مار رہا تھا۔دل میں لاکھ بدگمانی سہی پر وہ ثانیہ کو صفائی کا موقع دینا چاہتا تھا۔

اتنا ہی اعتبار ہے مجھ پر ساحر۔یہی تھی تمہاری چاہت کی انتہا،وہ عمر بھر ساتھ نبھانے کے وعدے،وہ ہر مشکل میں ساتھ دینے کی قسمیں۔۔۔بس! پہلی آزمائش پہ ہار مان لی۔ثانیہ کے لئے ساحر کے اعتبار میں پڑی یہ دراڑ کل رات بازل ک کمینگی سے زیادہ تکلیف کا باعث تھی۔جانے اسے کیوں لگتا تھا ساحر اور اسکے درمیان تعلق اتنا گہرا ہے کہ آزمائش کی تند و تیز لہریں اس میں شگاف ڈالنے کی قدرت نہیں رکھتی ہیں۔

لفاظی بہت کر لی ثانیہ اب ذرا کچھ حقائق پہ نات ہو جائے۔میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔وہ سنجیدگی سے دوٹوک انداز میں بولا۔

مجھے کٹہرے میں کھڑا کرنے سے پہلے تم فیصلہ کر چکے ہو ساحر۔دل میں بدگمانی کی گرہ باندھ کر گھر سے نکلے ہو۔میرا کوئی جواب تمہیں مطمئن نہیں کر سکتا۔یہ تضحیک ناقابلِ برداشت تھی۔

پر میں سچ جاننا چاہتا ہوں۔ دل کے رشتوں کو صفائیاں درکار نہیں ہوتی ہیں۔ میں صفائی دینے کے لئے تیار نہیں۔ تم نے محبت کو شک کے دائرے میں کھڑا کر کے بہت ارزاں کر دیا پر مجھے اس کی یہ توہین قبول نہیں۔ وہ اس گمان سے نکل چکی تھی کہ پوری دنیا کی مخالفت کے باوجود فقط ایک شخص اسے بناء کسی سوال جواب معتبر سمجھتا ہے۔ ساحر غصے سے اٹھ کر چلا گیا تھا جبکہ ثانیہ سن سی بیٹھی رہ گئی۔

محبت کی پہلی شرط اعتبار ہوتی ہے اور ساحر یہیں ناکام ہو گیا تھا۔ جلتی پہ تیل کا کام رشدہ کی باتوں نے کیا تھا۔ ایسا کی جھوٹی داستا مرچ مصالحے لگا کر سننے کے بعد کونسی ماں ایک بدکردار لڑکی کو اپنی بہو بنانے کی خواہش کرتی ہے۔ وہ بھی ایسی لڑکی جو دولت کے لالچ میں اپنی ہی سگی بہن کے گھر کو برباد کرنا چاہے۔ ساحر کا شادی سے انکار اسکا تنہا فیصلہ نہیں تھا۔ رشدہ اس میں برابر کی شریک تھیں۔ رضا حیدر اور فاخرہ کے لئے یہ خبر کسی قیامت سے کم نہیں تھی۔ وہ دونوں ساحر کو سمجھانے گھر پہنچے پر وہ اور رشدہ انکی کسی صفائی پہ اپنا فیصلہ بدلنے کے لئے تیار نہ تھے۔ شادی سے چند دن پہلے رشتہ ٹوٹنا بدنامی کا ایک نیا در کھول گیا تھا۔ صور پھونکے بناء قیامت آگئی تھی۔ ثانیہ پہ در پہ ملنے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

والے درد سہتی پتھر بنتی جارہی تھی۔آنے والی خوبصورت زندگی اپنے محبوب کے سنگ بتانے کا خواب آنکھوں میں ٹوٹ کر انہیں لہولہان کر چکا تھا۔

یہ اذیت اور بدنامی جو اسکا مقدر ٹھہری تھی اسکی قوتِ برداشت سے بہت زیادہ تھی۔

پھر بھی وہ خاموش تھی۔ایک بھی آنسو بہائے بغیر اسنے فاخرہ کے آنسو پونچھے تھے۔

رضا حیدر کو دلاسے دیئے تھے۔وہ دونوں نازک مزاج شوخ اور شرارتی ثانیہ کے اس روپ کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔وہ ان دونوں کو کسی بچے کی طرح سنبھال رہی تھی پر کب تک۔۔۔اعصاب شل تھے اور اس پہ ستم ساحر کی شادی کی خبر اسے ہزار موت مار گئی تھی۔اسکا نروس بریک ڈاؤن ہو گیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

رشدہ کو اندر ہی اندر ایک بات کھائے جارہی تھی کہیں ساحراب ثانیہ کے غم کو سینے سے لگا کر تمام عمر یونہی تنہا نہ بتادے۔وہ اسکی اکلوتی لاڈلی اولاد تھا جسکے چہرے کی خوشی اسکی سانسیں بڑھا رہی تھی۔وہ ایک ماہ کی چھٹی لے کر آیا تھا اگر بناء شادی کے لندن واپس چلا گیا تو شائد کبھی رشدہ کو اسکی خوشی دیکھنا نصیب نہ ہو۔وہ اسے تنہا رہ کر ثانیہ کی بیوفائی کے غم میں ہلکان ہوتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔یہ وقت سوچنے کا نہیں عمل کرنے کا

تھا۔اسے کچھ بھی کر کے ساحر کو شادی کے لئے راضی کرنا تھا۔لڑکی اسکی نظر میں پہلے ہی تھی۔اتناتو خوب جانتی تھی چند سال پہلے تبسم کا رجحان بھی ابیہااور ساحر کے رشتے میں تھاپر جب رشدہ نے ثانیہ کے لئے دامن پھیلایا تو وہ پیچھے ہو گئی۔ابیہا کی کونسی کہیں بات چیت چل رہی تھی جو وہ رشتہ مانگنے میں جھجک حسوس کرتی۔اپنی فریاد لے کر پہنچ گئیں بھائی کے دروازے پہ۔ مبین حیدر کو بہن کا یہ فیصلہ ایک آنکھ نہ بھایا تھالہذا صاف لفظوں میں معذرت کرلی البتہ تبسم کچھ جز بزسی دکھائی دی تھی پر خاوند کے سامنے بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔رشدہ مایوس لوٹی تھیں۔وہ تودل میں پکاارادہ کئے بیٹھی تھیں کہ بیٹے کی شادی اسی تاریخ پہ ہو گی پھر چاہے خونی رشتوں کا بھرم ٹوٹ ہی کیوں نہ جائے۔

مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔ابیہاتک انکار کی خبر پہنچ چکی تھی۔وہ فوراَماں کے پاس گئی۔

ہاں بولو۔تبسم کو حیرت ہوئی۔

بابا سے کہیں وہ پھوپھو کو میرے رشتے کے لئے ہاں کر دیں۔انداز دوٹوک تھا۔

یہ کیا کہہ رہی ہوابیہا،عقل گھاس چرنے گئی ہے کیا؟ تبسم کو شاک لگا تھا۔

اس میں مضائقہ ہی کیا ہے امی۔ پھوپھو خود رشتہ لے کر آئی ہیں تو آپکو کس بات پہ اعتراض ہے۔ ویسے بھی یہ تو آپکی بھی خواہش تھی۔

ہاں تھی میری بھی خواہش لیکن اب حالات کچھ اور ہیں۔ مبین حیدر کا خوف نہ ہوتا تو وہ اسی وقت ہاں کر دیتی پر اپنے شوہر کی باتیں سن کر وہ بھی اس رشتے پہ فاتحہ پڑھ چکی تھی۔

حالات کچھ بھی ہوں مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں شادی کروں گی تو صرف ساحر سے ورنہ اسکے بعد میرے لئے کوئی دوسرا رشتہ ڈھونڈنے کی زحمت مت کیجئے گا۔ وہ بغاوت پہ اتر آئی تھی۔

تمہارے بابا کبھی نہیں مانیں گے۔ وہ کبھی اپنے بھائی سے یہ دشمنی مول نہیں لیں گے۔ ویسے بھی دیوار سے دیوار جڑی ہے اور انکے گھر خبر پہنچی تو کہرام مچ جائے گا۔ تبسم نے مبین حیدر کی بات دہرائی۔

میں کسی کہرام سے نہیں ڈرتی۔ اگر آپ نے بابا سے بات نہ کی تو میں خود کہہ دوں گی کہہ دیجئے گا انہیں بیٹی کی خوشیاں زیادہ عزیز ہیں یا بھائی سے رشتہ نبھانا۔ ایک بار اپنی خواہش سے دستبردار ہو چکی تھی دوسری بار خود پہ یہ ظلم نہیں کر سکتی تھی۔ ساحر اور

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ثانیہ کے رشتے میں دراڑ ڈالنے کی کوشش کی تھی یہاں تو پکے ہوئے پھل کی طرح وہ خود اس کی جھولی میں آ گرا تھا۔اپنی اندھی خواہشات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ اگر دوست کی پیٹھ میں چھری گھونپ سکتی تھی تو ناپ کا سر بھائی کے سامنے جھکانا کونسا مشکل تھا۔ایہا کی ضد کے سامنے مبین حیدر کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔ تبسم کی مکمل اس پورٹ بھی اسکے ساتھ تھی۔رشدہ تک یہ خبر پہنچی تو جیسے دل کی مراد بر آئی پر اگلا مرحلہ ساحر کو منانے کا تھا جو واپسی کے لئے پر تول رہا تھا۔رشدہ کی بات سن کر وہ ہتھے سے اکھڑ گیا تھا۔دل میں ثانیہ کے لئے لاکھ بد گمانیاں سہی پر ایسے کیسے محض چند دنوں میں اسکی شبیہہ دل سے نکال کر کسی اور کو وہاں بسا لیتا۔شادی کوئی گڈے گڑیا کا کھیل تو ہے نہیں، یہ تو تمام عمر کا نباہ ہے۔دو لوگوں کی ایک دوسرے کی زندگی اور دل میں گنجائش بنے تو ہی یہ رشتہ قائم رہ سکتا۔رشدہ اس رد عمل کے لئے ذہنی طور پر تیار تھیں اپنی بیوگی اور مامتا کے واسطے ڈال کر اسے زبردشت طریقے سے جذباتی بلیک میل کرنے کے بعد بالآخر ایہا سے شادی کے لئے رضامند کر لیا تھا۔ تین دن بعد سادگی سے نکاح کر کے وہ ایہا کو رخصت کروا لائیں تھیں۔

اس لڑکی کی ہمت کیسے ہوئی میرے بیٹے پہ بہتان لگانے کی۔ ثمینہ نے تمکنت سے کہا۔

سویرا سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی جبکہ دوسری طرف بازل انتہائی ریلیکس تھا۔ وہ دو دن پہلے امریکہ سے واپس آئی تھیں۔

ماحول کی کشیدگی اور سویرا کے میکے کی طرف سے خاموشی، انکا ماتھا ٹھنکا تھا اور جب اندر کی بات معلوم ہوئی جو کہ ظاہر ہے بیٹے کی زبانی جھوٹ ہی تھا ثمینہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔

اس جیسی بیسیوں گھومتی ہیں اسکے ارد گرد مگر میرے بیٹے نے کبھی آنکھ اٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھا کیونکہ وہ اپنی نگاہ کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔ ثمینہ کے انداز میں مان تھا۔ کیا ہی اعتماد تھا۔

(ان میں سے کوئی ثانیہ رضا نہیں تھی نہ) ضمیر پہ چوٹ پڑی تو اسنے خود کو توجیہہ دی۔

میری خواہش کا احترام کرتے ہوئے اسنے تم سے شادی کی۔ دوسری طرف بیٹھے بازل نے پہلو بدلا۔

(اور یہی میری سب سے بڑی غلطی تھی) یہ اعتراف وہ خود سے بیسیوں بار کر چکا تھا۔

جب بھی ثانیہ کو دکھتا اسکا گلٹ سوگنا ہو جاتا تھا۔ جب بھی اسکے متعلق سوچتا وہ جھنجلا کر فقط اتنا سوچتا تھا۔

غضب خدا کا ہمارے ہی گھر میں وہ ہماری عزت اچھال رہی تھی۔ ہمیں پہ تہمت لگانا چاہی۔ ثمینہ کی برداشت سے باہر تھا یہ سب۔ بہت سوچ سمجھ کر انہوں نے سویرا کا انتخاب کیا تھا۔اکلوتی اولاد کو کسی اور کے ساتھ شیئر کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔ بازل کی شخصیت کے سامنے سویرا دب سی گئی تھی اور یہی وہ چاہتی بھی تھیں۔ وہ ممنون رہے، متاثر رہے اور وہ تھی۔ خود پہ بازل کی برتری تو وہ اس رشتے کی شروعات میں ہی تسلیم کر چکی تھی اور ثمینہ نے بھی ہاتھ آیا کوئی موقع کبھی نہ گنوانا تھا سویرا کو بازل کے سامنے نیچا دکھانے کا۔ ثمینہ کی خواہش پوری ہوئی تھی۔ان کا بیٹا آج بھی ان کے مکمل کنڑول میں تھا۔

چھوڑیں ممی یہ مڈل کلاس لڑکیوں کی مینٹلیٹی ہوتی ہے۔وہ اس سب لیکچر سے بور ہو رہا تھا۔ سویرا نے شرمندگی سے لب کاٹا۔

ایک بات تو طے ہے سویرا اگر تمہیں تھوڑی سی بھی اپنے خاوند اور اسکی عزت کی پرواہ ہے تم اب اپنی بہن سے کوئی واسطہ نہیں رکھو گی۔ یہ اطمینان بازل پہلے ہی کر چکا تھا۔ ثمینہ نے جو بات غصے اور جذبات میں کہی وہی بات بازل اسے محبت کے جھانسے میں سمجھا چکا تھا۔ سویرا اسکی مرضی کے خلاف جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی اس بات کا اسے مکمل یقین تھا۔ جلد بازی، اشتعال اور جذباتیت میں اٹھائے اپنے نامناسب قدم

پہ پردہ ڈالنے کا کیا ہی زبردست حل نکال لیا تھا۔

(یہ مائیں بھی نا کتنی خوش فہم ہوتی ہیں۔اولاد پہ اندھا اعتبار کرتی ہیں۔ محبت اور جذبات کی پٹی آنکھوں پہ باندھ کر وہ نہایت آسانی سے انکا ہر مسئلہ حل کر دیتی ہیں) ریموٹ کنڑول سے چینل بدلتے بازل نے سوچا اور پھر سر جھٹک کر ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

وہ مضطرب سے ائیرپورٹ پہنچے تھے۔امید کے دیئے کی روشنی کے نیچے بھی ناامیدی کی کالک چھپی ہوتی ہے۔انکا دل بھی انہی دونوں کیفیات میں الجھا ہوا تھا۔ویٹنگ ایریا میں کھڑے ایک پل صدیوں پہ محیط تھا اور پھر وہ نظر آیا۔ سنجیدہ اور پر وقار۔ جسے اپنے پیروں پہ چلتا دیکھنے کی خواہش چند ماہ پہلے ماند پڑنے لگی تھی۔ جسکے نامراد دل نے وجود کو ایک طویل مدت تک ویل چیئر کا محتاج رکھا تھا سالوں بعد اسے اپنے پیروں پہ چلتے دیکھنا ماں باپ کے لئے اتنا ہی خوش کن لمحہ ہوتا ہے جب بچہ اپنی پیدائش کے بعد پہلا مکمل قدم اٹھاتا ہے۔اس نے وعدہ کیا تھا وہ اپنے علاج میں مکمل تعاون کرے گا۔اس نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا۔وہ تیزی سے چلتے اس تک پہنچے تھے۔یاور حیات اور فہمینہ بے

ساختہ اس سے لپٹ گئے تھے۔ان دونوں کے لئے آنسوؤں پہ بند باندھنا دشوار تھا۔
دلاور خان بھی پاس کھڑا جذباتی ہو رہا تھا۔پرندے کی پہلی اڑان کی خوشی مناتے وہ
تینوں اسے گھیرے ہوئے تھے۔ایک وہ تعلق تھا جو مایوسی دے گیا تھا اور ایک یہ تعلق
ہے جسکی بدولت وہ زندگی کی طرف لوٹ آیا تھا۔گو آنکھوں میں اب بھی اداسی تھی پر
وہ دھیما سا مسکرایا تھا۔آج زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوا تھا۔

جو کچھ ہوا اسے برا خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔زندگی کی تلخیاں ہمیں تجربہ دیتی ہیں،
مضبوط کرتی ہیں۔ان سے سبق لے کر آگے چلنا سیکھو۔یہ رضا حیدر تھے جو اسکے بالوں
کو سہلاتے ہمیشہ کی طرح اسے امید اور حوصلہ دے رہے تھے۔آج تین دن بعد
وہ مکمل ہوش میں آئی تھی۔چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ہونٹوں پہ پپڑیاں جمی تھیں۔دھنسی
ہوئی آنکھیں اور چہرے پہ چھائی مردنی دیکھ کر کوئی پہچان ہی نہیں سکتا تھا یہ وہ ثانیہ ہے
جسکا چہرہ گلاب کے پھول کی مانند تروتازہ رہتا تھا۔جسکے دامن میں خوشیوں کے انبار بن
مانگے بھرے ہوئے تھے۔پاس ہی فاخرہ بیٹھیں اس پہ آیات کا ورد کر تین وقفے وقفے
سے پھونک مار رہی تھیں۔بری نظر جو لگ گئی تھی اسے۔پل بھر میں سب جل کر

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

خاک سیاہ ہو گیا تھا۔فاخرہ تو اس وقت کو کوس رہی تھی جب انہوں نے ساحر کو سچ بتانے سے منع کیا تھا۔نہ وہ ثانیہ کو اپنی قسم دیتیں نہ ساحر اس درجہ بد گمان ہوتا۔آج ثانیہ اس کرب سے گزر رہی تھی تو انہیں اپنا آپ مجرم لگ رہا تھا۔

میں ٹھیک ہوں بابا۔وہ بمشکل کہہ پائی تھی۔چہرہ لفظوں کا ساتھ نہیں دے رہا تھا پر ماں باپ کے چہرے کی مایوسی کیسے برداشت کرتی۔وہ دونوں پہلے ہی سویرا کی وجہ سے شدید پریشان تھے۔وہ انہیں مزید دکھی نہیں کر سکتی تھی۔تین دن سے وہ دونوں ہی اسپتال میں تھے۔ایک وقت تھا ثانیہ کو سوئی چبھ جاتی تو سب لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ ان تین دنوں میں وہ موت وحیات کی کشمکش سے گزری پر کوئی پوچھنے نہیں آیا۔سچ ہے دنیا میں بس ایک ماں باپ کا تعلق ہی اتنا بے لوث ہوتا ہے جو برے سے برے حالات میں بھی آپ کو تنہا نہیں چھوڑتے۔

اسکی طبیعت میں بہتری کو دیکھ کر دو دن بعد اسے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔وہی گھر تھا اور وہی کمرہ لیکن اداسی اور وحشت سے گھرِا تھا۔جانتی تھی یہ دل کی کیفیت ہے اور وہ خود کو اس کیفیت سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔اپنے لئے نہیں اپنے والدین کے لئے۔وہ انہیں کئی خوشی نہیں دے پائی تھی مگر انجانے میں انکے دکھ کا موجب

ضرور بن گئی تھی۔ایک طرف سویرا کی ناراضی مسلسل تھی تو دوسری طرف بھائی اور بہن بھی چھوٹ گئے تھے۔اتنے بہت سے رشتوں کا بھرم ٹوٹتے دیکھنا بڑا جو کھم تھا جو فاخرہ اور رضا حیدر اس عمر میں خاموشی سے سہہ رہے تھے۔وہ مجرم نہیں تھی پر ندامت دل کو گھرے رکھتی تھی۔سب سے بڑھ کر یہ ملال کہ بازل ک پہلی نگاہ نے جب اسے چونکایا تو اسی وقت اسنے ماں سے کیوں نہ کہہ دیا۔وہ خود محتاط ہوئی تھی پر یہ بات اسے فاخرہ کو بتادینی چاہیے تھی۔رفتہ رفتہ وہ بازل کی طرف سے بے فکر ہو گئی تھی۔اسکی پیش قدمی کو بھلا چکی تھی پر وہ اچانک موقع ملتے ہی اسکی زندگی میں اس طرح زہر گھول دے گا یہ ثانیہ کے تصور میں بھی نہیں تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جذبہ کوئی بھی ہو اسکی شدت کا نتیجہ مثبت نہیں ہوتا ہے۔محبت ہو یا نفرت،شدتِ جذبات کی پٹی آنکھوں پہ بندھ جائے تو انسان کو نا تو کچھ دکھائی دیتا ہے نا سجھائی اور وہ تو بیک وقت یہ دونوں جذبات اپنے اندر سموئے خود کو اذیت دے رہی تھی۔

وہ بہت بدل گئے ہیں پھوپھو۔اسکا حد درجہ خود کو نظر انداز کرنا تکلیف دیتا تھا۔

اسکا غم ابھی نیا ہے۔اسے کچھ وقت دیں وہ ٹھیک ہو جائے گا ایہا۔رشدہ ان دونوں کو ہی سمجھا رہی تھیں۔بیٹے کی خاموشی انکے دل پہ بھی نشتر چلاتی تھی لیکن جانتی تھیں ایک بار اسکا دھیان ایہا کی طرف لگ گیا تو وہ ماضی کو فراموش کر دے گا۔

شادی کے فورا بعد ساحر کی خاموشی اور ایہا سے احتراز برتنا اسکے دل میں کانٹے چبھونا تھا۔وہ جس نے اپنی پوری عمر اس ایک شخص کی الفت کی نظر کر دی۔اپنی دوستی وار کر ثانیہ کا اعتبار ہار کر پایا تھا اسے پر وہ نادان تھی جو یہ سمجھتی تھی ثانیہ سے بدل کر کے اسکے خلاف زہر بھر کر وہ ساحر کے دل سے اسے نکال دے گی۔دل میں تو آج بھی اس کے ثانیہ ہی بسی تھی۔ کبھی اسکی چاہت پھولوں کی طرح مہکتی تھی تو آج اسکی بے وفائی کانٹا بن کر سینے میں چبھ رہی تھی پر تھی تو وہ آج بھی اسکے دل میں ہی نا۔راشدہ کے دلاسے اوائل دنوں میں اس کی ہمت بندھاتے تھے پر اب وہ اس سب سے اکتا گئی تھی پاکستان میں تو سسرال کے ساتھ ساتھ میکے کی بھی سپورٹ تھی پر جب سے وہ لندن آئی تھی تنہائی کاٹتی تھی۔ساحر کے پاس اسکے لئے فرصت نہ تھی اور ایہا کے پاس تو جیسے فرصت ہی فرصت تھی۔ایسے میں ہر وقت اپنا موازنہ ثانیہ سے کرتے رہنا اور بات بے بات ساحر سے الجھنا اسکا معمول بنتا جا رہا تھا۔وہ محبت سے اسکی توجہ حاصل کرنے میں ناکام ہو گئی تھی تو جھگڑا کر کے اسکا دھیان اپنی جانب مبذول کرنے لگی۔ہر لڑائی کے بعد اسے ثانیہ کی بے وفائی کا طعنہ دینا نہ بھولتی اور ساحر کے دل میں ثانیہ کے

نام کی پھانس کچھ اور گہرائی میں اتر جاتی۔ زخم بھرتا بھی تو کیسے کہ ابیہا اپنے ڈپریشن میں ہر بار وہاں چر کے لگاتی۔ وہ اگر ثانیہ سے متنفر تھا تو ابیہا سے بھی نالاں رہتا۔

وہ مجھے ثانیہ کے نام پہ ذلیل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی امی۔ رشدہ کے سمجھانے پہ وہ پھٹ پڑا تھا۔

تم اسے توجہ نہیں دو گے، اسکا خیال نہیں رکھو گے تو شکوہ تو کرے گی نا وہ ساحر۔ رشدہ کی باتوں نے اسے دھیما کیا تھا۔ وہ دونوں ہی ابیہا کے اندر بہتے لاوے سے بے خبر تھے جو ثانیہ کی خوشیاں جلا کر بھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ محبت کا قرینہ ابیہا جانتی تو کبھی ان دونوں کے درمیان بدگمانی کی یہ دیوار کھڑی نہ کرتی کہ یہ فقط پانا نہیں ہوتی بلکہ محبوب کی خوشیوں کی خاطر اپنا آپ نچھاور کر دینا محبت ہے۔ وہ حاصل کے چکر میں الجھی اپنا وقار گنوا چکی تھی۔ پیار کو پانے کی غرض میں دوستی جیسے پاک رشتے میں نقب لگایا تھا۔

آپکو اپنے وہ کاروباری دوست یاد ہیں جن سے ایک دو بار ڈنر پہ ملاقات ہوئی تھی۔ یاور حیات اسٹڈی میں بیٹھے پورے انہماک سے کتاب پڑھ رہے تھے۔ فہمینہ نے بناء کسی تمہید کے بات کا آغاز کیا۔

بھئی میرے تو بے تحاشہ دوست ہیں اوران سے بارہا ڈنر پہ تمہاری بھی ملاقات ہو چکی

ہے۔یاور حیات نے کتاب سے نظریں اٹھائے بغیر سوال کیا۔

وہی جن کی بڑی پیاری سی بیٹی بھی ہے۔چند سال پہلے پڑھ رہی تھی۔فہمینہ کے حوالے بس ایسے ہی ہوتے تھے۔

پتا نہیں تم کس بچی کا پوچھ رہی ہو۔(ہمارا سارا دھیان تو دوستوں کی بیگمات کی طرف ہوتا ہے)آخری بات زیرِلب کہی تھی۔

آپ بھی نا،میں سنجیدہ ہوں اور آپ کو مذاق سوجھ رہا ہے۔فہمینہ سن چکی تھیں پھر بھی نظرانداز کیا۔اس وقت ذہن پہ کوئی دوسری سوچ سوار تھی۔

خیر سنجیدہ تو ہم بھی ہے۔وہ برجستہ بولے لیکن فہمینہ کی چبھتی نظروں کو محسوس کرتے خود پہ سنجیدگی طاری رکھی۔

ہاں تو کس کا ذکرِ مبارک ہو رہا ہے۔کتاب بند کرکے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے وہ متوجہ ہوئے۔

وہ شائز حسینی بھائی کے بزنس پارٹنر ہیں۔انہی کے ہاں ملاقات ہوئی تھی۔فہمینہ نے ریفرنس دیا۔

تم رضا حیدر کی بات کر رہی ہو؟انہوں نے فوراً بوجھ لیا۔

جی جی وہی۔۔۔۔ثانیہ!یہی نام تھا انکی بیٹی کا۔بڑی ہنس مکھ اور خوبصورت بچی تھی۔

فہمینہ کو نام بھی یاد آگیا تھا۔

میں ارزق کے لئے consider کر رہی تھی اسے۔زندگی میں مشکلوں نے ڈیرے ڈالے تو مایوسیوں کے ناگ پھن اٹھائے چاروں طرف سے گھرے ہوئے تھے۔پر آسودگی اور امید کی کرن ملتے ہی خواہشات کی کونپلیں ہری ہوگئی تھیں۔

ارزق مان جائے گا؟وہ یکدم چونکے تھے۔

کیوں نہیں مانے گا۔ساری زندگی ایسے تو نہیں گزرائے گا۔ویسے بھی اب وہ بدل گیا ہے۔تھوڑا چپ چپ رہتا ہے لیکن دھیان بدلے گا تو یہ سب بھی ٹھیک ہو جائے گا انشاءاللہ۔ارزق کی جسمانی حالت ہی نہیں اسکا مزاج بھی بدل رہا تھا۔گزرے آٹھ دس ماہ میں نا صرف وہ فزیکلی فٹ ہو چکا تھا بلکہ ذہنی طور پہ بھی کمپوز تھا۔آفس کی روٹین بھی سیٹ ہوگئی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اسکا سوشل سرکل بھی لوٹ آیا تھا۔ ایک وقت تھا وہ بہت ہنس مکھ اور شوخ تھا گو اب سنجیدگی مزاج کا حصہ بن چکی تھی پر وہ اس فیز سے نکل آیا تھا جہاں آج سے تین ساڑھے تین سال پہلے کھڑا تھا۔ایسے میں فہمینہ کو اسکی زندگی میں خوشیوں بھرے اضافے کی خواہش تھی۔وہ آج کل ہر پارٹی اور دعوت میں شامل لڑکیوں کو بس ایک ہی حوالے سے دیکھتی اور پرکھتی تھیں۔ فہمینہ کسی کے گھر سوال لے کر جانے سے پہلے اپنے بیٹے کو مکمل اعتماد میں لے لینا۔میں نہیں چاہتا کسی عزت دار شخص کو ہماری وجہ سے خفت اٹھانی پڑے۔یاور حیات نے

تنبیہہ کی۔ارزق میں لاکھ بدلاؤ آیا تھا پر وہ آج بھی عیشال کو بھولا نہیں تھا اور یہ بات یاور حیات ہی نہیں فہمینہ بھی اچھی طرح جانتی تھیں۔

آپ بے فکر رہیں میں اسے راضی کر کے ہی یہ قدم اٹھاوں گی۔ابھی تو خیر یہ بھی نہیں معلوم اس بچی کی شادی نا ہوگئی ہو۔انہوں نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

ویسے اگلی بار کسی کی بیگم پہ نظر رکھنے سے پہلے یاد رکھیئے گا میری نظر آپ پہ ہو گی۔اپنی بات کے اختتام پہ انہوں نے سنجیدگی سے کہا تو یاور حیات بے ساختہ ہنسے۔وہ اب ریلیکس لگ رہی تھیں اور جاتے جاتے انہیں جتا بھی دیا تھا۔

بیگم صاحبہ آپکی نظریں تیس سال پہلے ہمیں بری طرح گھائل کر چکی ہیں اب اس دِل ناتواں میں اتنا دم کہاں کہ انکی تاب لا سکے۔یوں بھی ہم کونسا غالب ہیں جو بڑھاپے میں بھی ساغر و مینا سامنے دھرے آنکھیں سینکتے رہیں گے۔یاور حیات نے کتاب اٹھاتے ہوئے شاعرانہ انداز میں کہا دوسری طرف فہمینہ ہنسی دباتیں سر جھٹک کر اسٹڈی سے باہر نکل گئیں۔

زندگی رکتی نہیں چلتی رہتی ہے، غم ہو یا خوشی پر جب تک سانس ہے جینا مجبوری ہے۔ وہ بھی ان نشیب و فراز سے گزر کر بالآخر سنبھل گئی تھی۔مرتے دم تک ساتھ نبھانے

کے وعدے پانی کے بلبلے کی طرح آزمائش کی آندھی میں تحلیل ہو گئے تھے۔وہ کبھی صبح کا آغاز جس کے نام سے ہوتا تھا، جو دھڑکن کی طرح سینے میں دھڑکتا تھا، ہر سانس کے ساتھ جس کی چاہت کا احساس اسے اپنے حصار میں رکھتا مہینوں ہوئے اسے بھول چکا تھا۔شائد وہ تو اب اسکا نام بھی یاد نہ رکھنا چاہتا ہو۔نفرت کرتا ہو اس سے۔یہ باتیں، یہ سوچیں ثانیہ کا سکون غارت کرتی تھیں۔دوسری طرف بہن کی بدگمانی اسکا دل جلاتی تھی۔فاخرہ کے خاموش شکوے، وہ جب انکی طرف دیکھتی انکی آنکھوں میں مہینوں سے بیٹی کی صورت نہ دیکھنے کا کرب صاف نظر آتا اور ثانیہ کو اپنا آپ مجرم محسوس ہوتا۔ اب تو اسکی ڈلیوری کے دن بھی قریب تھے۔فاخرہ اس سے کم ہی ذکر کرتیں پر اکثر وہ انہیں بابا کے ساتھ سویرا کے متعلق گفتگو کرتے سن چکی تھی۔یہ تاسف بھی جان نہ چھوڑتا تھا کہ خون پانی سے بھی ہلکا نکلا۔ان حالات میں ان تمام سوچوں سے فرار کا واحد راستہ جو ثانیہ کو نظر آرہا تھا وہ خود کو حددرجہ مصروف رکھنا تھا۔گھر بیٹھی رہتی تو مایوسی اور ڈپریشن مار ڈالتا۔رشتے داروں کے سوال و جواب جینے نہ دیتے۔حالانکہ یہاں جینا کون چاہتا تھا پر یہی تو مجبوری تھی۔ایم فل کے داخلے شروع ہوئے تو اسنے بھی اپلائی کر دیا۔رضا حیدر کو اعتراض نہ تھا مگر فاخرہ کچھ خفا تھیں پر انہیں بھی میاں نے طریقے سے سمجھا لیا تھا۔پراجیکٹ، ورک شاپس، کلاسز اور لمبے چوڑے لیکچر کے شیڈول ثانیہ

کو سارا دن ہوش ہی نہیں آنے دیتے تھے۔ان دنوں گاڑی بھی اسکے پاس ہی تھی کیونکہ اسے اپنے پراجیکٹ کے سلسلے میں مختلف جگہوں خصوصا لائبریری کا وزٹ بھی کرنا ہوتا تھا۔آج بھی وہ یونیورسٹی سے تھکی ہاری واپس آرہی تھی جب راستے میں گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا۔ٹائر پریشر صبح بھی کم تھا اور اسے رضا حیدر نے تاکید کی تھی کہ وہ لازمی چیک کروالے پر اپنے کاموں میں ایسی الجھی کہ سب بھول گیا اور اب واپسی پہ گاڑی کا ٹائر فلیٹ تھا۔

گاڑی روڈ سائیڈ پہ پارک کر کے وہ اب تاسف سے لب بھینچے اس ناکارہ ٹائر کو دیکھ رہی تھی کہ اپنے عقب سے آتی مانوس آواز پہ چونک کر اسنے سر اٹھایا۔

ہیلو ثانیہ۔سامنے وہ ہزار واٹ کی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے کھڑا تھا۔

اوہ ٹائر پنکچر ہو گیا۔میں ڈرائیور کو کہتا ہوں وہ بدل دے گا۔انداز اتنا دوستانہ اور بے تکلف تھا جیسے برسوں کی پہچان ہو۔گہرا تعلق ہو۔

میں نے تم سے مدد نہیں مانگی۔ثانیہ نے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور غرائی۔وہ بدستور مسکرا رہا تھا۔

رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا۔سیاہ ٹکز میں وہ دل جلانے کی حد تک ہینڈسم لگ رہا تھا۔

ہاتھ میں قیمتی رولیکس گھڑی، ڈیزائنر سن گلاسز اور جدید انداز میں تراشیدہ بالوں کو جیل سے جمائے وہ بہت کمپوز تھا۔

انتہائی پر سکون۔

اوہ ہاں! میں تو بھول ہی گیا۔اس نے ایکدم ماتھے پہ ہاتھ مارا۔

کیا ہے ناکام کی باتیں اکثر بھولنے لگا ہوں۔ تم اعصاب پہ جو رہتی ہو۔ثانیہ نفرت سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی پر اسنے ان نظروں کا اثر ہر گز نہیں لیا تھا۔وہ تو بس اپنی کہہ رہا تھا۔

بکواس بند کرو۔ثانیہ کی برداشت ختم ہو گئی۔اسنے گاڑی کا دروازہ لاک کیا اور وہاں سے جانے کے لئے قدم بڑھائے۔

سنا ہے وہ تمہارے لوور بوائے نے شادی کر لی۔ وہ بھی تمہاری بیسٹ فرینڈ سے۔اسکے قدم من من بھاری ہو گئے تھے۔ وہ بھاگ جانا چاہتی تھی پر ایک قدم آگے بڑھنے کی بھی ہمت نہ تھی۔

وہ محبت اور اعتبار کے دعووں کا کیا ہوا جنکی خاطر تم نے مجھے ٹھکرایا تھا۔سینے پہ ہاتھ باندھے وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ثانیہ لب کاٹے خاموش کھڑی تھی۔

تمہیں خوف نہیں آتا؟ وہ پلٹی۔

نازل بختیار کسی سے نہیں ڈرتا۔ اسنے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

اللہ سے بھی نہیں؟ یکدم بازل کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔ لفظوں کا جادو گر اگلی بات کہنا بھول گیا۔

میرے پاس اپنی بے گناہی کا ثبوت نا سہی پر میرا گواہ وہ رب ہے۔ یاد رکھنا اسکی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ ثانیہ دو قدم آگے بڑھی۔ بازل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بے خوف اور بناء جھجکے اسنے دوٹوک انداز میں کہا تھا۔ اسکے چہرے کا ہر رنگ غائب ہو چکا تھا۔ اپنی بات کے اختتام پہ ثانیہ نے ایک حقارت بھری نگاہ اس پہ ڈالی اور پھر تیزی سے چلتی سڑک پار کر گئی۔ سڑک پہ چلتی خالی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا اور لمحوں میں اسکی نگاہ سے اوجھل ہو گئی۔ بازل اب بھی خاموش اور سنجیدہ کھڑا تھا۔

ممی آپ زیادتی کر رہی ہیں۔ اس نے احتجاج کیا۔

زیادتی تو تم کر رہے ہو۔ اپنے ساتھ اور ہم سب کے ساتھ۔ فہمینہ فیصلہ کر چکی تھیں۔ بہت سوچ سمجھ کر اسکے پاس یہ مدعا لے کر آئیں تھیں اور اسکے احتجاج کا مناسب جواب بھی انکے پاس موجود تھا۔

میں کیا کر رہا ہوں؟آفس جانے لگا ہوں،دوستوں سے ملنا جلنا شروع کر دیا ہے۔ہنستا ہوں بولتا ہوں۔کھا پی رہا ہوں۔اب کیا ضروری ہے کہ شادی بھی ابھی کے ابھی ہو جائے۔ان کے کہنے پہ زندگی کی طرف لوٹ آیا تھا۔انکی خاطر خوش بھی تو رہنا تھا۔ زندگی ایک مخصوص ڈگر سے ہٹ کر اب کھلے آسمان تلے وسیع میدان میں سرپٹ دوڑ رہی تھی۔وہ اس تیز رفتاری کا عادی نہ تھا۔بہت طویل عرصہ اپنی ذات تک محدود رہ کر گزارا تھا۔دنیا کی رعنائیوں سے دور۔پچھلے چند ماہ تو اسے اس ساری روٹین میں ایڈجسٹ ہونے میں ہی لگ گئے تھے۔وہ بظاہر نارمل تھا لیک اندر آج بھی کرب سانسیں لیتا تھا۔پہلا پیار بھلانا اختیار میں نہ تھا۔ایسے میں فہمینہ کی فرمائش کہ اب شادی کر لو کیونکہ لڑکی تو وہ پہلے ہی دیکھ چکی ہیں۔اسکا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

اب نہیں تو کب؟ساری زندگی اکیلے بسر نہیں ہوتی ارزق۔اس لڑکی کو بھول کیوں نہیں جاتے تم؟وہ ناراضی سے بولیں اور اپنی بات کہ اختتام پہ جتا بھی دیا۔یہ اسکی دکھتی رگ تھی جسے آج بھی دبانے سے ٹیس اٹھتی تھیں۔

بھول چکا ہوں۔اسے بھول چکا ہوں پر ٹھکرائے جانے کی اذیت کو بھولنا میرے بس میں نہیں۔اپنا اعتماد کھویا ہے میں نے ممی۔تھوڑا سا تو وقت دیں کہ اس بکھرے ہوئے مان کو سمیٹ سکوں۔کیا ڈالوں گا کسی کی جھولی میں جب اپنی ذات کھوکھلی ہوگی۔وہ بے ساختہ بولا۔اب یہ اعتراف تو ان کے سامنے تو کر نہیں سکتا تھا کہ وہ عیشال کو اب بھی

نہیں بھولا تھا۔یادیں حسین ہوں یا تلخ۔۔۔آپکا ماضی ان سے وابستہ ہوتا ہے اور ان سے چھٹکارہ یونہی نہیں مل جاتا۔یہ عذاب یونہی جان نہیں چھوڑ دیتا اسکے لئے اپنی ہستی کو تلف کرنا پڑتا ہے۔

تم کچھ مت کرنا۔اس خلا کو وہ خود پر کر دے گی۔تم بکھرے ہو تو اسے سمیٹنے دینا۔اسے موقع دینا ارزق۔وہ تمہاری زندگی کو خوشیوں سے بھر دے گی۔اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر انہوں نے سمجھایا۔وہ لب بھینچے خاموشی سے انکی بات سن رہا تھا۔چہرہ بے تاثر تھا۔

اور اگر اس سب میں وہ خود بکھرے گئی؟وہ ان سے بحث نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن جب اپنے اندر اندھیرے جمع ہوں تو تاریکی باہر بھی دکھائی دیتی ہے۔وہ اداسی سے بولا۔ فہمینہ،ارزق کو اسی کرب سے تو نکالنا چاہتی تھیں۔نارسائی اسکے اندر ٹھہر گئی تھی۔ عیشال جا کر بھی نہیں گئی تھی۔وہ اس سے مقابلہ نہیں کر پایا تھا اسکی یادوں سے کیا لڑتا۔

تم اتنی ناامیدی کی باتیں کیوں کرتے ہو۔میں تمہاری خوشیاں دیکھنا چاہتی ہوں۔وہ خاموش تھا انکی ہمت بندھی تھی۔انہوں نے مزید کوشش جاری رکھی۔دلاور خان

کمرے میں داخل ہوا مو فہمینہ کی گفتگو سے ساری بات کا اندازہ بخوبی لگ گیا۔اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی بہانہ بناتا دلاور خان نے مداخلت کی۔

آپا آپ بے فکر ہو کر رشتے کی بات چلائیں۔اسے میں خود منالوں گا۔اب اسکا انکار نہیں سنیں گے ہم۔وہ بہت سالوں سے اسکے قریب تھا اتنا تو حق رکھتا تھا۔ ارزق کے لفظوں کی طرح وہ اس کی خاموشی بھی سمجھتا تھا۔ارزق نے گہری سانس لی پر بولا کچھ نہیں۔دوسری طرف فہمینہ اب دلاور خان کے ساتھ اسے بھی اپنی پسند اور اس لڑکی کے خاندان کے متعلق بتا رہی تھیں۔اسکا انکار اب پسپائی اختیار کر چکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سویرا کو اللہ نے بیٹے جیسی نعمت سے نوازا تھا۔ثمینہ کے تو پاؤں زمین پہ نہ ٹکتے تھے۔وہ خوشی سے بے قابو ہوئی جا رہی تھی ایسے میں سویرا سے وہ جو تھوڑی سی رنجش ثانیہ کے حوالے سے دل میں موجود تھی ختم ہو چکی تھی۔کل گھر میں شاندار پارٹی رکھی گئی تھی عقیقہ کی بہت بڑی دعوت تھی،تمام ملنے والوں،دوستوں کو مدعو کیا گیا تھا سوائے سویرا کی فیملی کے۔ثمینہ نے دوٹوک انداز میں انہیں انویٹیشن دینے سے منع کر دیا تھا۔پہ در پہ کامیابیاں اور خوشیاں بازل بختیار کو ہٹ دھرم اور خود اعتماد بناتی جا رہی تھیں۔ثانیہ کے ساتھ جو بھی کیا وہ اس پہ ہر گز نادم نہیں تھا۔

پسند آیا؟ ہیرے جڑا قیمتی نیکلس دیکھ کر سویرا نہال ہو گئی تھی۔

ہمم۔۔بہت۔۔اس ڈیزائنر نیکلس کی چکاچوند ہی کچھ ایسی تھی وہ کچھ بول ہی نہیں پا رہی تھی۔

تم میرے لئے بہت لکی ثابت ہوئی ہو! پروڈکشن شروع ہوتے ہی ملکی و غیر ملکی کمپنیوں کی طرف سے آرڈر کی بھرمار ہو رہی ہے۔اس وقت ہمارے یونٹ کے مقابلے میں نیشنل لیول کی ایک بھی کمپنی نہیں۔وہ بہت کم اپنی ذاتیات اس سے شیئر کرتا تھا لیکن آجکل زندگی اس پہ مہربان تھی اور بھلے وہ چند دن پہلے ثانیہ کی خاطر اسے چھوڑ دینے کا دعویٰ کر رہا تھا مگر بیٹے کی پدائش کی خوشی اتنی زیادہ تھی کہ وہ سب بھول چکا تھا۔

اور یہ پیاری سی خوشی۔۔بے بی کاٹ میں سوئے بیٹے کا ماتھا چوما۔

سعد بازل بختیار۔یہ نام اسنے ہی رکھا تھا۔

بازل ایک بات کہوں۔اسے اتنا خوش دیکھ کر سویرا نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

بولو میری جان اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے؟ وہ نیکلس ہاتھ میں پکڑے بیڈ پہ بیٹھی تھی۔بازل اسکے سامنے کہنی کے بل لیٹ گیا۔رخ اسکی طرف تھا۔شرارت سے اسکے کھلے بالوں کو چھیڑنے لگا۔

میں سوچ رہی تھی امی ابو کو اطلاع دے دیتے تو وہ سعد کو دیکھنے آجاتے۔ہچکچاتے ہوئے وہ بولی۔بازل نے ہاتھ کھینچ لیا۔

اگر آپ مناسب سمجھیں تو۔اسکے ماتھے پہ بل دیکھ کر سویرا گھبرا گئی تھی۔وہ اتنا خوش تھا سویرا کو لگا شائد اتنے ماہ بعد اسکا غصہ بھی کم ہو گیا ہو۔

کیا تم سب بھول چکی ہو؟وہ غصے میں نہیں تھا پر ناراض تھا۔

میں کچھ بھی نہیں بھولی میں تو صرف اتنا چاہتی تھی۔۔۔کہ امی سے مل لیتی۔وہ نظریں جھکائے بولی۔اسے ثانیہ سے اب بھی شکایت تھی پر ماں باپ تو اسکے بھی تھے۔مہینوں سے اسنے انکی خیریت نہیں پوچھی تھی،انکی صورت نہیں دیکھی تھی۔بیٹے کی پدائش کی خبر تک ان تک نہیں پہنچائی تھی۔

اسے یاد آیا اسکی پریگننسی کی خبر نے ہی فاخرہ کو کیسا نہال کر دیا تھا۔کتنی فکر لگی رہتی تھی انہیں اسکی طبیعت کی۔آج اگر وہ بھی اس خوشی میں شامل ہو جاتیں تو۔۔۔۔۔وہ دل مسوس کر رہ گئی۔

یاد ہے انہوں نے مجھے کتنا انسلٹ کیا تھا تمہاری اس جھوٹی بہن کی خاطر جس نے لالچ میں اندھی ہو کر اپنی ہر حد پار کر لی تھی۔بازل نے ملامتی انداز میں کہا۔چہرے پہ سنجیدگی تھی۔ابھی چند منٹ پہلے والی مسکراہٹ اور خوشی غائب ہو چکی تھی۔

سوچتا ہوں اس وقت اگر تم بھی اپنے پیرنٹس کی طرح میرا ساتھ دینے کی بجائے اپنی بہن پہ یقین کر لیتی تو۔اسکے دونوں ہاتھوں کو تھام کر وہ اب جذباتیت کا سہارا لے رہا تھا

سویرا کو احساس ہوا اس نے غلط وقت پہ غلط بات کہہ دی۔اسکی وجہ سے بازل کا موڈ

خراب ہو گیا۔

سوسائیٹی میں میرا ایک نام ہے، رتبہ ہے۔ میری کریڈیبیلٹی ہے۔ اس لڑکی کی وجہ سے۔۔۔ بازل نے لب بھینچے۔ سویرا کچھ اور نادم ہوئی تھی۔

بازل میں تو صرف اتنا چاہتی۔۔۔۔ وہ صفائی دینا چاہتی تھی۔ بازل نے اسے موقع نہیں دیا تھا۔

ان لوگوں سے تعلق رکھنا یا نہیں چھوڑنا تمہارا اپنا فیصلہ تھا سویرا اور آج بھی میں تمہیں روکوں گا نہیں لیکن۔۔ وہ سنجیدگی سے کہتے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ انداز مایوسی والا تھا۔

خیر جیسے تم بہتر سمجھو کیونکہ میں نے اس وقت بھی تمہاری ہی خوشی چاہی تھی اور آج بھی مجھے تمہاری خوشی عزیز ہے۔ اسنے مزید کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ جانتا تھا سویرا اب پھر زبان پہ یہ بات نہیں لائے گی۔ وہ طریقے سے اسے کنوینس کر چکا تھا۔

پیچھے بیڈ پہ بیٹھی سویرا نے ایک نظر کاٹ میں سوئے سعد پہ ڈالی اور پھر پاس پڑے بیش قیمت ڈیزائیز نیکلس کو دیکھا جو کمرے کی فینسی لائیٹوں میں جگمگا رہا تھا۔ اسکی چمک آنکھوں کو چندھیا رہی تھی۔

چند دن پہلے سویرا کے گھر بیٹے کی پیدائش کی اطلاع کسی ملنے والے کی معرفت رضا حیدر تک پہنچی تھی۔

فاخرہ اس دن سے بات بے بات رو رہی تھیں۔ثانیہ خاموش تھی جانتی تھی ماں کو کون سا غم نڈھال کر رہا ہے۔اسے سویرا سے گلہ ہوا تھا۔بہن سے نفرت تھی ماں باپ کو تو اس خوشی میں شریک کر لیتی لیکن وہ بے اختیار تھی۔چند ہفتے پہلے سرِ راہ ہوئی بازل سے ملاقات کی اذیت اور اسکے لفظوں کی بازگشت آج بھ کانوں میں گونج رہی تھی۔

گھر میں الگ ٹینشن کا ماحول بنا ہوا تھا ایسے میں یاور حیات اور فہمینہ کے اکلوتے بیٹے ارزق حیات کے رشتے کا پیغام انکی مایوس زندگی میں امید کی کرن بن کر آیا تھا۔ حسینی شاہ اور رضا حیدر بزنس پارٹنر تھے۔ فہمینہ نے انہی کے ذریعے پیغام بھجوایا تھا۔ گو وہ انہیں ثانیہ کی منگنی اور شادی کینسل ہونے کی مختصر بات بتا چکے تھے (ظاہر ہے اصل بات کا انہیں بھی اندازہ نہیں تھا) پر فہمینہ اور یاور حیات کو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔(ارزق کی منگنی بھی تو ٹوٹی تھی، شادی کینسل ہوئی تھی) انکے لئے یہ اہم بات نہیں تھی۔ فاخرہ نے بلا تامل ہاں کہہ دی تھی۔ رضا حیدر سے حسینی شاہ نے اس فیملی کی اتنی تعریفیں کی تھیں کہ انکار کی گنجائش تھی ہی نہیں پھر بھی وہ ثانیہ کی مرضی چاہتے تھے لیکن فاخرہ اسکی پابند نہیں تھیں۔(ایک بار ثانیہ کی شادی ہو جائے تو سویرا

بھی ملنے لگے گی) محض چند روز میں رشتہ طے ہوا تھا اور منگنی وغیرہ کا تردد کئے بغیر

ڈائریکٹ شادی کی تاریخ طے کرلی گئی تھی۔

امی پلیز ابھی میری شادی کی بات مت کریں۔میں ذہنی طور پہ تیار نہیں ہوں۔اس کا

احتجاج فطری تھا اور فاخرہ ذہنی طور پہ تیار تھیں۔

کتنا وقت لگے گا ثانیہ تمہارا ذہن بننے میں۔کب تک اسکے دیئے زخموں پہ روتی رہو گی۔

وہ روکھائی سے بولیں تھیں۔

میرے پاس رونے کے لئے کوئی ایک وجہ تھوڑی ہے۔انداز اتنا شکست خوردہ تھا کہ

فاخرہ کا غصہ بھی نرمی میں بدل گیا۔

سویرا کی آنکھوں پہ بازل نے جھوٹ کی پٹی باندھ رکھی ہے وہ بس اتنا ہی سمجھ رہی

جو۔۔۔انکے دل ودماغ میں تو بس سویرا ہی سمائی تھی۔ مجبوری کا یہ عالم تھا کہ نواسے کی

صورت دیکھنا تو دور نام تک سے واقف نہ تھیں۔

کوئی کسی کی آنکھیں بند نہیں کرتا امی۔چندماہ کے تعلق سے خونی رشتے بدل نہیں جاتے

سچ تو یہ ہے آپی کے دل میں میرے لئے بدگمانی نئی نہیں۔وہ ہمیشہ مجھے اپنی خوشیوں کی

راہ میں دیوار سمجھتی رہی ہیں۔ آپ نے بھی تو اسی وجہ سے مجھے سامنے نہیں آنے دیا تھا آپکو ڈر تھا ہمیشہ کی طرح اس بار بھی وہ لوگ مجھے منتخب کر لیتے۔ ثانیہ نے انکی بات کاٹی۔ یہ وہ حقائق تھے جن پہ پچھلے کئی مہینوں سے ثانیہ سوچتی چلی آئی تھی۔

ایسی بات نہیں میری جان میں تو بس یہ چاہتی تھی کہ سویرا بار بار انکار کی اذیت سے گزرتے ہوئے احساسِ کمتری کا شکار نہ ہو جائے۔ فاخرہ نے صفائی دینا چاہی۔

ہو جائے نہیں امی، آپی احساسِ کمتری کا شکار ہو چکی تھیں۔ اپنی بے شمار خوبیوں کو نظر انداز کر کے وہ فقط صورت کو سوچتی رہیں اور ایک نادیدہ مقابلے اور حسد میں مبتلا ہو گئیں۔ کوئی کسی سے اسکا نصیب نہیں چھین سکتا امی۔ شادی بیاہ مقدر کے فیصلے ہوتے ہیں اور جلد یا بدیر یہ وقت ہر لڑکی کی زندگی میں آتا ہے لیکن آپکی طرح آپی نے بھی اس تاخیر کا الزام میرے سر ڈال دیا۔ ثانیہ کو انکی صفائی کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بھی انکی ہی بیٹی تھی اور سویرا کی ذہنی حالت اس سے پوشیدہ نہیں تھی۔

شاید تم ٹھیک کہتی ہو۔ میں ہی صبر کھو چکی تھی۔ ہر وقت کے میرے تذکرے نے سویرا کے دل میں یہ گرہ باندھ دی۔ میں ہی اگر مقدر سے لڑنے کی بجائے توکل سے کام لیتی تو آج سویرا کے دل میں بھی یہ منفی سوچیں نہ آتیں کہ اسکی بہن اسکا گھر برباد کرنا چاہتی ہے۔ ایک ان دیکھا مقابلہ اولاد کے درمیان شروع ہو جائے تو وجہ کوئی بھی

ہو بد گمانیاں دلوں میں جگہ بنا ہی لیتی ہیں۔ثانیہ کو انکے اعتراف نے تکلیف دی تھی۔

جانے اتنے مہینوں بعد اسنے اپنا ضبط کیوں کھو دیا۔شائد اپنی شادی کی بات سن کر وہ

آپے سے باہر ہو گئی تھی،ماں کو شرمندہ دیکھ کر سر جھکائے لب کاٹنے لگی۔کچھ نہ بولی۔

لیکن ثانیہ۔۔کچھ توقف سے فاخرہ نے سلسلہ ء کلام پھر شروع کیا۔

جو ہو چکا وہ بھی تو قسمت میں لکھا تھا۔اب اسکو میرے لئے مزید آزمائش مت بناؤ میری

جان۔مجھ پہ نہیں تو اپنے بابا پہ ترس کھاؤ،ہم زبان دے چکے ہیں۔اس بار انداز التجائیہ

تھا۔ثانیہ سے امکار کی ہمت نہ ہوئی۔وہ سب کچھ طے کر کے اسکے پاس پہنچی تھیں۔

ایک بار وہ اسکی وجہ سے پہلے بھی رسوا ہو چکے تھے اب دوبارہ انہیں شرمندہ کیسے ہونے

دے۔

امی۔۔۔کیا وہ لوگ سب جانتے ہیں؟؟اسکی خاموشی نے فاخرہ کو تسلی دی تھی۔

مطمئن سے انداز میں اٹھ کر وہ جانے لگیں پر شنیہ کی آواز پہ قدم رک گئے۔

بس اتنا کہ کچھ اختلافات تھے اور۔۔۔وہ الجھیں جیسے سوچ رہی ہوں بتائیں یا نہ بتائیں۔

اور؟ثانیہ نے دہرایا۔

اور یہ کہ وہ کسی اور کو پسند کرتا تھا۔ثانیہ نے لب بھینچ لئے۔

آپ وہی غلطی پھر سے دہرا رہی ہیں امی۔ اسے فاخرہ سے یہ توقع نہ تھی۔

جھوٹ بول کر کبھی کسی کا بھلا نہیں ہوتا۔ اس نے صاف گوئی سے کام لیا۔

وہ تو سچ بولنے سے بھی نہیں ہو گا۔ فاخرہ کا لہجہ سرد تھا۔ ثانیہ کے پاس جواب نہیں تھا۔ وہ جا چکی تھیں مگر ثانیہ کتنی ہی دیر اپنے کمرے کی تنہائی میں گھٹنوں پہ سر رکھے خاموش بیٹھی رہی جہاں آج بھی ہر طرف ساحر کی یادیں بکھری ہوئی تھیں اور بہت جلد یہ یادیں اس سے چھننے والی تھیں۔

رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی پر نیند اسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ منتشر ذہن، ٹوٹا ہوا دل اور مضطرب اعصاب۔۔۔ اسے سکون سے سوئے تو جانے کتنے زمانے بیت چکے تھے اور اب تو یہ رت جگے اسکا مقدر تھے۔ کچھ سوچتے ہوئے اسنے اپنا سیل فون اٹھایا اور وہی نمبر ملانے لگی جو ابھی کچھ دیر پہلے اس نے رضا حیدر کی کانٹیکٹ لسٹ سے نکالا تھا۔

ایک، دو، تین۔۔۔ چار بیلوں پر بھی کسی نے کال ریسیو نہ کی تو اسنے مایوسی سے کال ڈسکنیکٹ کر کے فون سائیڈ ٹیبل پہ واپس رکھ دیا۔ ٹھیک دو منٹ بعد اسکے فون کی بیل بجنے سے کمرے کی اداس خاموشی میں خلل پڑا تھا۔ اسکرین پہ چمکتا وہی نمبر دیکھ کر اس

نے دھڑکتے دل سے کال اٹینڈ کی۔

ہیلو۔دوسری طرف سے فورا کہا گیا۔انداز اجنبی اور کچھ کچھ حیرت میں ڈوبا ہوا تھا۔یقینا کوئی بھی شریف انسان رات کے اس پہر کال کئے جانے پہ پریشان ہی ہو سکتا ہے۔

میں ثانیہ بول رہی ہوں۔اس نے بے تحاشہ ہمت اور حوصلے کے بعد کہنا شروع کیا۔

دوسری طرف مکمل خاموشی تھی۔

مجھے آپ سے چند ضروری باتیں کرنی تھیں میں جانتی ہوں یہ وقت مناسب نہیں ہے پر۔۔۔وہ لب کاٹتے ہوئے بولی۔

کہیے۔ارزق کا لہجہ سرد تھا۔

چندروز میں ہماری شادی ہونے والی ہے اور میں چاہتی ہوں مجھ سے شادی کا فیصلہ کرنے سے پہلے آپکو میرے ماضی کے متعلق علم ہونا چاہیے۔سکوت مستقل تھا۔ثانیہ نے مزید کہنا شروع کیا۔

میں سن رہا ہوں۔جواب فوراآیا تھا۔

نفاست سے سجا وسیع بیڈ روم خوبصورت سرخ و سفید پھولوں سے آراستہ تھا۔ گلاب کی بھینی بھینی مہک اور ٹیوب روز کی سوندھی سی خوشبو سے مہکتا کمرہ جسکے وسط میں بچھے آبنوسی پلنگ پہ ثانیہ بیٹھی تھی۔ گولڈن اور میرون کے خوبصورت امتزاج سے سجا کامدار شرارہ، میچنگ ڈائمنڈ جیولری اور اسٹائلش میک اپ میں اسکا کھلا کھلا روپ آفاقی لگ رہا تھا۔ وہ حسین تھی اور اس ساری سج دھج کے بعد اور بھی حسین دکھ رہی تھی پر آنکھوں میں چھپا درد اس حسین روپ کو گہنا رہا تھا۔ وہ چاند میں داغ بنا کرب جو اس پل ان آنکھوں سے عیاں تھا چھپائے نہیں چھپتا تھا۔ نہ تو یہ رشتہ اسکی مرضی سے ہوا تھا نہ ہی یہ شادی اسکی خواہش تھی۔ وہ کوئی اور زمانہ تھا جب ثانیہ کے دل میں امنگیں روشن تھیں۔ فاخرہ نے تو اسکے رشتہ ٹوٹنے کی گول مول وجہ بتا کر بات کو سنبھال لیا تھا پر ثانیہ کو اپنی زندگی جھوٹ کی بنیاد پہ کھڑی نہیں کرنی تھی۔ اس نے ارزق کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ ساحر سے لے کر بازل تک سب کچھ، سویرا کی بدگمانی سے ساحر کی بے یقینی تک ہر سچ وہ اس رات ارزق سے کہہ چکی تھی۔ اسنے اسے دو ٹوک اور واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ اس سچ کو جان کر اگر ارزق اس رشتے کو ختم کرنا بھی چاہے تو اسے قطعاً کوئی شکایت نہ ہوگی ارزق خاموش رہا تھا۔ وہ اسکی خاموشی سے کوئی بھی نتیجہ نہیں نکال پائی تھی۔ اس خاموشی کو معنی ارزق ہی دے سکتا تھا کیونکہ آخری فیصلہ اسی کا تھا۔ پچھلے دو ہفتے اسی کشمکش میں گزرے تھے کہ اب ان لوگوں کی طرف سے رشتہ ختم کرنے کی خبر آجائے پر ثانیہ بس امید ہی کرتی رہی تھی۔

قیمتی سیاہ شیر وانی میں ملبوس وہ بہت روائیتی لگ رہا تھا۔سب سے منفرد سب میں نمایاں فہمینہ کی دلی آرزو پوری ہوئی تھی۔نکاح کے وقت دلاور خان جیسا مضبوط انسان بھی نم آنکھوں سے مسکرا رہا تھا۔ثانیہ کی رخصتی سادگی سے ہوئی تھی پر ولیمے کا فنکشن شاندار ہونا تھا۔دھڑکتے دل سے اسنے اس کمرے میں قدم رکھا تھا۔ان سب باتوں کے بعد ارزق کا سامنا کرنا مشکل لگ رہا تھا پر جب اسنے خود سے سوال کیا تو ثانیہ کو بھی جواب دینا پڑا۔

میں نے زندگی میں صرف ایک انسان سے ٹوٹ کر محبت کی ہے۔اسکے سوا نہ تو کبھی کچھ سوچا اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کچھ اور چاہا۔ڈریسنگ ٹیبل سے ٹیک لگائے وہ اسکے بالکل سامنے بیٹھا تھا۔بے حد نارمل اور کمپوز جبکہ ثانیہ اب پہلے جیسی نروس نہیں تھی۔وہ سوال کر رہا تھا ثانیہ اسے اپنی زندگی کا ہر سچ بتا رہی تھی۔

(ہم سب زندگی میں کبھی نہ کبھی اسی پر خار رستے سے گزرتے ہیں)وہ خود بھی اس وقت ماضی کی تلخ یادوں میں کھویا ہوا تھا۔

میں سمجھتی تھی اسے بھی مجھ سے اتنی ہی محبت ہے جتنی میرے دل میں اس کے لئے ہے۔۔ثانیہ کی آنکھوں میں اترتی نمی آنسوؤں میں بدل رہی تھی۔ان سیاہ آنکھوں میں سرخی اتر رہی تھی۔

(میں بھی اسی غلط فہمی کے سایے تلے زندگی گزار رہا تھا)ارزق نے اپنی بھوری

آنکھوں کا زاویہ بدلا،ثانیہ کا رونا اسے ڈسٹرب کر رہا تھا۔

اس نے میرا اعتبار کئے بناء راہ بدل لی۔وہ یک ٹک اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی شائد اس پل ہاتھوں کی لکیروں کو کھوج رہی تھی جو مہندی کے حسین نقش و نگار میں چھپی تھیں۔

(وہ مجھ پہ اعتبار کرتی تو میں خود اسکے راستے سے ہٹ جاتا)اک ٹیس سی اٹھی تھی دل میں۔

محبت کا مان بڑی بے دردی سے ٹوٹا ہے۔

(مان اور دل ساتھ ساتھ ٹوٹا ہے)

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

میں ایک بار پھر اس اذیت سے نہیں گزرنا چاہتی تھی۔

(میں خود یہ غلطی کبھی دہرانا نہیں چاہتا تھا)

میں نے فیصلہ آپ پہ چھوڑا تھا۔آپ چاہتے تو مجھے اس دو دھاری تلوار پہ چلنے سے بچا سکتے تھے۔اس نے شکوہ کیا۔ارزق چونک کر اپنے خیالوں سے باہر نکلا۔

لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔اسنے لب بھینچے۔

مگر کیوں؟ایک رشتہ ہی تو توڑنا تھا۔پہلی بار ثانیہ نے اسکے وحشت زدہ چہرے کی طرف

دیکھا تھا۔وہ جیسے اندر ہی اندر کسی بڑے کرب سے گزر رہا تھا۔ثانیہ اپنا غم جانتی تھی پر اسکے کرب سے ناآشنا تھی۔

رشتہ ٹوٹتا تو امیدیں بھی توڑ دیتا۔اس تعلق میں فقط ہم دو لوگ انوالو نہیں ہیں۔دو خاندان انوالو ہیں اور میں عین وقت پہ انکار کر کے دو خاندانوں کی امیدیں چکنا چور نہیں کر سکتا تھا۔دل توڑنا کتنا مشکل ہے یہ وہی جانتا تھا جس نے خود یہ تکلیف سہی ہو۔

دوسری بات۔۔۔مجرم یوں اعترافِ جرم نہیں کرتے۔میں جانتا تھا آپ اس سب میں بے قصور ہیں تو کیسے آپ کو اور آپکی فیملی کو سزا دیتا۔وہ مزید بولا اور ثانیہ کو باعزت بری کر گیا اس جرم سے جو اسنے کبھی کیا ہی نہیں تھا۔وہ خود پہ لگے الزام سے رہائی پا چکی تھی۔

✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤

آسمان کی چادر پہ مکمل مکیش کی مانند دمکتے تاروں کی ٹمٹاہٹ بھی اس سیاہ رات کے ارتکاز کو توڑنے میں ناکام تھی۔آخری تاریخ کا چاند اپنی اداسی سمیٹ کر غروب ہو چکا تھا۔فضا میں عجیب سا سناٹا تھا۔شہر سے میلوں دور ہجومِ آدم سے پرے اس ویران علاقے میں کھڑی پر شکوہ عمارت کے برقی قمقموں سے نکلتی دھندلی پیلی روشنی بھی اس فسوں کو توڑنے کی کوشش میں ہلکان تھی۔یہ اور اس جیسی کتنی ہی عمارات اس

صنعتی علاقے میں بکھری ہوئی تھیں جنکے اندر ایک جہان آباد تھا مگر ندامت بھری خاموشی تھی۔ گناہ کو چھپاتا سیاہ اندھیرا تھا۔

مرمری راہداریوں سے نکل کر شیشے کی عظیم الشان دیوار نظر آرہی تھی۔

Main vessel سے نکلتا دھواں اور برقی آلات کا شور ماحول کو پر اسرار بنا رہا تھا۔

بائیں جانب Protective Clothing Room تھا۔ شیشے کی دیوار کے پار دکھائی دیتے تمام ورکر اس وقت ایک مخصوص لباس پہنے مشینی انداز میں اپنے کام میں مصروف تھے۔ Sterile Filling Room کے اندر جانے کیلیے اس بائیں کمرے سے گزر ناضروری تھا۔ اس نے قدم دائیں جانب بڑھائے۔ یہ کوالٹی کنٹرول ایریا تھا۔ متانت سے چلتا وہ کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں چند کمپیوٹر اور فائلوں کا انبار تھا۔ دن کے وقت یہاں بہت سے کیمسٹ اپنے کوالٹی کنٹرول مینیجر کی رہنمائی میں مصروف نظر آتے ہیں مگر اس وقت یہ کمرہ خالی تھا۔ دس بجنے میں ابھی چند منٹ باقی تھے۔ دھیمے قدموں سے چلتا وہ کمرے کے اندر داخل ہوا اور میز پہ رکھی اپنی مطلوبہ فائل اٹھا کر پڑھنے لگا۔ شیشے کی دیوار یہاں بھی تھی اور ورکر اب دوسری جانب سے باہر نکل رہے تھے۔ شفٹ ختم ہونے والی تھی۔ خودکار مشینیں اب بھی چل رہی تھیں۔ پروڈکشن سائیکل چوبیس گھنٹے جاری رہتا تھا۔ ایک شفٹ ختم ہوتی تو دوسری

شفٹ شروع ہو جاتی۔اچانک اسنے سر اٹھا کر تنقیدی نظروں سے فلنگ روم کا جائزہ لیا۔میں ویسل سے نکلتا دھواں معمول کے مطابق تھا۔کیمیکل کی مخصوص بو تھی جو سارے ایریا میں پھیلی ہوئی تھی اور چند منٹ بعد آپ اسکے عادی ہو جاتے ہیں لیکن نہیں اسکے علاوہ بھی اس وقت اس کلوز ماحول میں کچھ تھا جسے اسکا ذہن اب تک Comprehend کر پا رہا تھا۔

ایک انہونی کا احساس۔۔۔کچھ غلط ہونے کا سگنل۔سر جھٹک کر اس نے اپنا دھیان فائل کی طرف مرکوز کیا۔دیوار سے پار جاتے ورکرز کی قطار خوش گپیوں میں مصروف تھی۔نئے لوگ پرانوں کی جگہ لینے پہنچنے والے تھے۔ان میں سے کسی نے بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔راہداری سے گزرتے ورکرز نے آنے والوں سے ہاتھ ملایا۔ایک نے دوسرے کے ہاتھ میں سلگتا سگریٹ کا ادھ جلا ٹکڑا دیکھ کر اچکا اور جلدی جلدی دو چار کش بھرے اور اس شعلے کو بے جان کرنے کی خاطر عادتاً بھاری بوٹوں تلے مسل دیا۔ ہاتھ پا ہاتھ مارتے وہ دونوں اپنی اپنی سمت رواں تھے۔سگریٹ کے ادھ جلے ٹکڑے میں چنگاری ابھی ناقی تھی۔بوائلر سے نکلتی امونیا کی تیز بو پر وڈکشن میں شامل کیمیکلز کی مخصوص بو میں شامل ہو رہی تھی۔امونیا کی بڑھتی ہوئی مقدار پورے یونٹ میں پھیل رہی تھی۔اسنے حیرت اور پریشانی سے سر اٹھا کر ایک نظر مین ویسلز سے نکلتے

دھویں کی طرف دیکھا اور اگلے ہی پل تمام گتھیاں سلجھ چکی تھیں۔اچانک سرخ بتی جلنے لگی۔فائر ایگزٹ آن ہو چکے تھے۔

ایمسٹرڈم جیسا رومانوی شہر محبت کرنے والوں کے لئے فردِوس بریں ہے۔اوائل بہار میں یہاں ٹورسٹوں کا ہجوم شہر کی رونق کو دوبالا کر دیتا ہے۔۔۔پھولوں کے اس شہر شامیں Gratchengordel کی بدولت سنہری ہیں۔شہر کے وسط میں بہتی ہزاروں کلومیٹر طویل نہریں اور ان پہ بنے سینکڑوں پلوں پہ مبنی یہ مقام ورلڈ ہیریٹج کا درجہ رکھتا ہے۔پلوں پہ روشنی برقی قمقموں کا عکس نہر کے پانیوں میں جگمگاتا پورے شہر کو سونے میں ڈھالتا ہر شام سورج ڈھلنے کے بعد اس شہر کو جادوئی رنگ بخشتا ہے۔ آج شام بھی وہ فسوں بکھرا ہوا تھا جب وہ دونوں نہر کے کنارے چہل قدمی کر رہے تھے۔نیلی جینز اور سیاہ جیکٹ میں ملبوس وہ سنجیدہ اور پر وقار لگ رہا تھا۔اس سے ایک قدم پیچھے سی گرین لباس پہ سیاہ لانگ کوٹ پہنے وہ اس کو نگاہوں میں رکھتی اس کے ساتھ ہو کر بھی وہاں موجود نہ تھی۔وہ دونوں پاس تھے پر اپنی اپنی سوچوں میں گم ساتھ نہیں تھے۔جس طرح ارزق نے یہ شادی فہمینہ کی خواہش اور بے حد اصرار پہ کر لی تھی بالکل اسی طرح وہ اسکے پلان کئے گئے ہنی مون ٹرپ پہ بھی ثانیہ کو ساتھ لے

آیا تھا۔ارد گرد بہت سے جوڑے ہنستے مسکراتے ہاتھوں میں ہاتھ تھامے بے فکری سے چہل قدمی کر رہے تھے۔شام کو ہوا میں خنکی بے آرام نہ کرتی تھی۔ثانیہ کے کھلے بال ہوا کے دوش پہ اسکی کمر پہ جھول رہے تھے۔ کبھی کبھی کوئی آوارہ و پریشان لٹ چہرے کو چھوتی جسے وہ انگلیوں سے بار بار کانوں کے پیچھے اڑستی۔شادی کے دو ہفتے بعد بھی ان کے درمیان ایک تکلف اور گریز قائم تھا۔خاموشی کی دیوار تھی جسے گرانے کی سعی اگر ثانیہ نے نہیں کی تھی توارزق نے بھی اسے ٹوٹنے نہ دیا تھا۔

قدم قدم چلتے وہ دونوں پل تک جا پہنچے۔اونچے آہنی جنگلے کا سہارا لے کر ثانیہ نہر میں جگمگاتی روشنیوں کا حسین منظر دیکھنے لگی۔اسے رکتا دیکھ کر وہ خود بھی وہیں رک گیا۔ ان سے نسبتاً فاصلے پہ کھڑا ایک اطالوی جوڑا جنگلے سے ٹیک لگائے ان کی موجودگی سے یکسر انجان تھا۔ان دونوں کی آواز خاموشی کی دیوار میں دراڑ ڈالتی تھی۔

پتا نہیں لوگ محبت میں اپنا وقت کیوں برباد کرتے ہیں۔ارزق کا انداز خود کلامی والا تھا وہ اسکے پیچھے کھڑا تھا۔ثانیہ نے بناء پلٹے گردن گھما کر اس اطالوی جوڑے کی طرف دیکھا اور دوبارہ نظریں نہر کے سنہری پانیوں پہ مرکوز کر لیں۔

اچھا خاصہ دل کسی کے حوالے کر کے مفت میں دل کا درد لے لیتے ہیں۔اس کی آواز

میں کرچیاں تھیں۔

ثانیہ نے تائید کی نہ تنقید۔لفظ میسر نہ تھے۔ارزق کو وہ چاہیے بھی نہیں تھی۔خاموشی ایک بار پھر طویل ہو رہی تھی۔اطالوی جوڑا جا چکا تھا۔وہ اب بھی نہر کی طرف نگاہ کئے کھڑی تھی اور ارزق اسکی پشت پہ جھولتے سیاہ بالوں کو دیکھ رہا تھا۔

وہ کیا ہے؟ثانیہ کی آواز پہ چونک کر اسنے سر اٹھایا۔اسکی نگاہیں اب بھی نہر کے طلسمی پانیوں پہ جمی تھیں۔ارزق نے اسکی انگلی کے تعاقب میں نگاہ دوڑائی۔ سطحِ آب پہ تیرتے روشنی کے کھٹولے دور بہت دور نظر آ رہے تھے۔ڈھلتی شام میں انکی جھلملاہٹ ایک حسین سحر طاری کر رہی تھی۔

وہ۔۔۔ارزق بالکل اسکے پیچھے کھڑا تھا۔ثانیہ نے پلٹ کر دیکھا۔اسکی آنکھوں میں ستارے تھے۔خنک رات میں تاحدِ نگاہ پھیلے آسمان کی سیاہ چادر پہ بکھری ٹمٹماہٹ سے زیادہ روشن۔ثانیہ کی مسکراہٹ پہلی بار آنکھوں تک پہنچنے کا وہ منظر اتنا دلکش تھا کہ ارزق اگلی بات کہنا بھول کر یک ٹک اسے دیکھنے لگا۔اچانک اسکی مسکراہٹ سمٹی اور اسنے چہرہ ایک بار پھر نہر کی طرف موڑ لیا۔

وہ کروز ہیں۔لب بھینچے وہ دھیمی آواز میں کہہ کر پلٹا۔ثانیہ کی دبی دبی چیخ نکلی تھی۔

کیا ہوا ثانیہ ؟ اسکے چہرے پہ واضح گھبراہٹ تھی۔ ثانیہ اپنے بالوں کو مٹھی میں دبوچے کھڑی ارزق کی جیکٹ کو دیکھ رہی تھی۔ ارزق نے ناسمجھی سے اپنی جیکٹ کی طرف دیکھا اور پھر ساری بات اسکی سمجھ میں آگئی۔

اوہ۔۔۔آئی ایم سوسوری۔ ثانیہ کے بال ارزق کے جیکٹ زپر کے سلائیڈر میں پھنسے تھے۔ وہ پلٹا تو بال بھی کھنچتے چلے گئے اور ثانیہ تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھی۔ اسکی آنکھ کا نم یونہ وہ دیکھ چکا تھا اس نے جلدی جلدی بالوں کو سلائیڈر سے الگ کرنے کی کوشش کی۔ وہ مزید الجھ گئے تھے۔ وہ اس پل حواس باختہ اور نادم دکھائی دے رہا تھا۔ ثانیہ نے بناء کچھ کہے سلائیڈر میں پھنسی لٹوں کو الٹا گھمایا۔ وہ تردد کے بغیر الگ ہو گئے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لندن اور اسکے گردونواح میں رات اوس میں بھیگی حسین اور جوان تھی۔ نیا چاند نئی امید کی طرح مسکراتا آسمان کی سیاہ چادر پہ کرنیں بکھیر کر اپنی منزل کی طرف لوٹ چکا تھا۔ پیچھے ستاروں سے بھرا آسمان شادیانے بجا رہا تھا۔ خوبصورتی سے اراستہ اس جدید طرز کے چھوٹے سے فلیٹ کی تمام بتیاں روشن تھیں۔ ابیہا نے ہر شے کی ترتیب اپنی پسند اور معیار کے مطابق کی تھی۔

آج کے بعد یہ فضول کی ڈائٹنگ بالکل بند۔وہ صوفہ پہ پاؤں سمیٹے بیٹھی تھی۔ساحر اسکی مخالفت سمت بیٹھا تھا۔چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ تھی جو اندر کے موسم کا پتا دیتی تھی ایہا کو اسکا حق جتاتا انداز اچھا لگا تھا۔

جو حکم سرکار۔وہ شرارت سے بولی۔وہ بدل رہا تھا یا پھر بدل چکا تھا۔ثانیہ کی محبت و بے وفائی ماضی کا قصہ ہوئی تھی۔ایہا اسکا حال تھی اور انکی ہونے والی اولاد اسکا مستقبل۔ انکی زندگی میں ایک حسین اضافہ ہونے والا تھا ایسے میں کون تمام عمر ماضی کی یادوں کو سینے سے لگائے رکھتا ہے۔ایہا کی دلی مراد بر آئی تھی۔

اسکے ماں بننے کی خبر زندگی میں بہار کے سب رنگ لے آئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لیکن ہم ان چھٹیوں میں پاکستان جارہے ہیں۔اسنے یاددہانی کرائی۔نو دس ماہ کا وقت بہت تھا ساحر کو ثانیہ کے غم سے نکلنے کے لئے اور اب وہ سکون سے پاکستان جاسکتی تھی۔

پہلے میں ڈاکٹر سے کنفرم کروں گا۔ہمیں کوئی رسک نہیں لینا اوکے۔ساحر کا رویہ پہلے جیسا نہیں رہا تھا۔اسے رشدہ کی طرف سے ملنے والی خصوصی ہدایات اور پھر ایہا کی مستقل مزاجی نے بدل دیا تھا۔وہ ان دنوں اسکا پہلے سے بڑھ کر خیال رکھنے لگا تھا۔وہ

اس نظرِ کرم کی پیاسی تھی۔اسکے التفات کو ترسی ہوئی تھی۔کچھ عرصے سے ساحر کا یہ بدلا ہوا روپ اسکے دل کی بنجر زمین کو سیراب کر رہا تھا۔اوائل محبت کی ہلکی سی پھوار جلد موسلادھار مینہ بن کر برسنے والی تھی۔اگلے چند سالوں میں ثانیہ کا ذکر تو کیا خیال بھی نہ ہو گا۔ایہا نے سکون کا سانس لیا تھا۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

کچھ وقت کی روانی نے ہمیں یوں بدل دیا محسن

وفا پر اب بھی قائم ہیں مگر، محبت چھوڑ دی ہم نے

رات پراسرار اور دھیمی دھیمی وحی کی صورت اتر رہی تھی۔

Gratchengordel کے سنہرے پانیوں پہ ڈولتا کھٹولا قندیل کی طرح

روشن تھا۔پہلی تاریخ کا شرمایا لجایا چاند اپنی چھب دکھلا کر امق کی گود میں چھپ چکا تھا۔ آسمان کی شفاف اور سیاہ چادر پہ تاروں کا راج تھا۔زمیں پہ روشن برقی قمقموں کی روشنیوں کا نہر کے پانیوں میں اترتا عکس روح پہ طلسم طاری کر رہا تھا۔ابھی کچھ دیر پہلے ثانیہ نے ان قندیلوں کو سطحِ آب پہ تیرتا دیکھا تھا اور اس وقت وہ ارزق کے ساتھ اس چھوٹے سے روشن جہاں کے اندر موجود تھی۔یہ ایک پرائیوٹ لگژری ڈنر کروز تھا جو

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سبک رفتاری سے چلتا اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔کچھ دیر پہلے اسے دیکھ کر وہ فریز ہو گئی تھی۔اسکی آنکھوں کی چمک ستاروں کو ماند کرتی تھی۔وہ پہلی بار دل سے مسکرائی تھی اوراس کروز میں بورڈنگ کرتے وقت حیرت سے مسرت تک کا حسین سفر اس نے منٹوں میں کیا تھا۔

ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کسی بہت بڑی اور دیرینہ خواہش کی تکمیل ہو گئی ہے۔وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ویٹر انہیں اسٹاٹر سرو کر رہا تھا۔ثانیہ کے لئے اپنی ایکسا ٹمنٹ پہ قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔یہ لائف ٹائم ایکپیر ئینس تھا جو ارزق نے یونہی پورا کر دیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یہ تو چھوٹی سی تمنا تھی۔بڑی خواہشات بڑے تاوان مانگتی ہیں۔وہ شیشے کی کھڑکی سے پار کا منظر دیکھ رہا تھا۔ثانیہ نے تحیر سے اسکی طرف دیکھا۔

Anyway,I'm glad you're happy ارزق نے خود پہ ثانیہ کی مرکوز نگاہیں محسوس کیں تو نظروں کا زاویہ موڑا۔وہ نا سمجھنے والے انداز میں اب بھی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ارزق نے سیاہ زیتون منہ میں ڈالا اور کروز کے شیشے سے نہر کے سنہر پانیو کو دیکھنے لگا۔ثانیہ اپنے فریش لائم کے گلاس

سے گھونٹ بھرتے اب بھی اسی کو دیکھ رہی تھی۔

ایسا کیوں لگتا ہے میں آپکو بالکل نہیں جانتی۔وہ پوچھ بیٹھی تھی۔ارزق کا چونکنا گواہ تھا وہ اس وقت کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

اس لئے کہ دو ہفتے پہلے ہم اجنبی تھے۔جواب سنجیدگی سے دیا گیا تھا۔

کیا آپ نے کبھی محبت کی ہے۔وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔شادی کی رات کے بعد پہلی باران دونوں کے درمیان روزمرہ سے ہٹ کر کوئی گفتگو ہو رہی تھی۔ورنہ پچھلے دنوں شادی کی گہما گہمی،دوستوں اور رشتے داروں کی دعوتوں کی نظر ہو گئے تھے۔وہ دونوں اس رشتے میں اپنی اپنی رواداری نبھا رہے تھے۔حقوق و فرائض ادا کر رہے تھے وہ جانتا تھا ثانیہ کے دل کا دروازہ بند ہے اور ارزق کے دل پہ لگا قفل وہ آج دیکھ رہی تھی۔

ہاں۔یک لفظی جواب آیا تھا۔

چھوڑ کیوں دیا؟وہ متجسس تھی۔

اسنے مجھے چھوڑ دیا۔ارزق نے لب بھینچے۔

قصور۔۔کس کا۔۔۔تھا؟وہ اسٹریس لگ رہا تھا،ثانیہ کو گمان ہوا کہیں وہ اسکی ذاتیات

میں گھسنے پہ برا ہی نہ منا جائے۔

دونوں میں سے کسی کا بھی نہیں۔اسنے سوفٹ ڈرنک کا گھونٹ بھرا۔

بہت خوبصورت تھی وہ؟زیتوں کو انگلیوں میں گھماتے ثانیہ نے اسکی طرف دیکھنے سے گریز کیا۔

مجھے لگتی تھی۔وہ نارمل تھا۔ثانیہ خاموش ہو گئی۔

میرا ایکسیڈنٹ ہوا تھا ثانیہ،بہت بڑا اور بہت برا ایکسیڈنٹ۔میری ریڑھ کی ہڈی متاثر ہوئی تھی جس کی وجہ سے میں ایکدم اپاہج ہو گیا تھا۔علاج ممکن تھا پر کنفرم نہیں تھا کہ مین دوبارہ کبھی نارمل انسانوں کی طرح زندگی گزار پاؤں گا یا نہیں۔اس کی خاموشی طویل تھی۔ارزق نے کچھ سوچ کر تفصیل بتائی۔

پھر؟؟؟؟

اسے سرپرائز پسند تھے۔اسکی سالگرہ پہ ہر سال میں اسے سرپرائز دیتا تھا۔میری سالگرہ پہ مجھے چھوڑ کر اسنے مجھے سرپرائز کر دیا۔وہ ہنسا۔اس ہنسی میں بے بسی تھی۔

آپ اسے آج بھی یاد کرتے ہیں۔ایک بیوی کے لئے شوہر کے ماضی میں جھانکنا آسان نہیں ہوتا پھر چاہے وہ لاکھ اس پہ حق نہ جتائے لیکن یہ فطرت ہے وہ اسکے دل میں کسی

اور کی شبیہہ آسانی سے قبول نہیں کر پاتی۔اسے احساس ہوا یہی رقابت کا احساس شائد

ارزق کو بھی ہوا ہو گا جب ثانیہ نے اسے ساحر کے متعلق بتایا ہو گا۔

نہیں۔بڑا دو ٹوک جواب تھا۔

دو سال اپنے ناکارہ وجود کو دیکھ کر کڑھتے ہوئے میں نے اپنی ہر سانس کے ساتھ اسے

یاد کیا ہے۔پر اب نہیں۔وہ تلخ نہیں ہوا تھا پر اسکا لہجہ اس بات کا غماز تھا کہ دل میں زخم

گہرے ہیں۔بہت کچھ ٹوٹا ہے۔

دل،خواب،مان،بھروسہ۔۔۔ثانیہ کسی تب کی طرح بیٹھی تھی۔اسنے اسے ہمیشہ اتنا

کمپوزڈ دیکھا تھا یہاں تک کہ ثانیہ کی کسی بات پہ اسنے کوئی ری ایکٹ نہیں کیا تھا پر اب

اس حقیقت کو جاننے کے بعد ان دونوں کی زندگی میں ایک دوسرے کے لئے گنجائش

کس طرح نکلے گی۔

اب میں اپنی زندگی جینا چاہتا ہوں۔خوش رہنا چاہتا ہوں۔اپنے سے منسلک لوگوں کو

خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔مجھے وفا نہیں ملی تو کیا ہوا وفا نبھا تو سکتا ہوں۔ارزق نے اسے

مشکل سے نکال دیا تھا۔ماضی پہ بس نہیں ہوتا پر یادوں پہ گرفت ہوتی ہے۔اسنے

گنجائش نکال لی تھی۔ویٹر اب مین کورس سرو کر رہا تھا۔اس دوران وہ دونوں ہی قصداً

خاموش رہے۔

میرا سچ جانے کے بعد بھی آپ نے مجھ سے شادی کی۔ساحر نے میرا یقین نہیں کیا لیکن آپ۔۔۔ثانیہ کی الجھن تما ہوئی تھی پر ایک سوال اب بھی باقی تھا۔انگلیاں مروڑتے وہ نروس تھی۔

ہمارا مسئلہ یہ ہے ثانیہ ہم پیار کرتے ہیں پر اعتبار نہیں کرتے۔ساتھ چاہتے ہیں لیکن ساتھ نبھاتے نہیں۔راہ میں آئی پہلی مشکل پہ راستے جدا کر لیتے ہیں پھر تمام عمر ادھوری محبت کا سوگ مناتے ہیں۔آزمائش کے بغیر منزل نہیں ملتی لیکن یقین و سعی سے صحرا میں چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔کتنی آسانی سے اس نے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا تھا۔ثانیہ اس ہر لفظ کو جھیل چکی تھی۔

کھانا ختم کرو سب ٹھنڈا ہو رہا ہے۔وہ اپنے پلیٹر کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

اس حسین شام کو یادگار بنانے کا شکریہ۔ثانیہ کی آواز پہ اسنے سر اٹھایا۔وہ مسکرا رہی تھی۔سیاہ آنکھوں میں ستارے ایک بار پھر امڈ آئے تھے۔ارزق نے مسکرا کر کندھے اچکائے۔

سیاہ سلک کی قیمتی فینسی فارمل قمیض کے ساتھ تنگ ٹراؤزر پہنے وہ اپنی تیاری کو اب آخری ٹچ دے رہی تھی۔ہیروں جڑے قیمتی آویزے کانوں میں سجے تو اسکا روپ دمک سا گیا تھا۔خود پہ ایک تنقیدی نگاہ ڈالتے اسکی نظر وال کلاک کی طرف گئی اور اسی پل ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھا اس کا فون بجا۔مسکراہٹ دباتے اسنے کال اٹینڈ کی۔ دوسری طرف کہے جانے والے الفاظ بجلی بن کر گرے تھے۔فون کان سے لگائے وہ ثمینہ کے کمرے کی طرف بھاگی۔

جب بھی ملا ہے زخم کا تحفہ مجھے دیا

دشمن ضرور ہے وہ مگر با اصول ہے

سب سے زیادہ سخت جان ذی روح اس کرہِ ارض پہ حضرِت انسان ہی ہے کہ جیسے بھی حالات ہوں وہ سمجھوتہ کرلیتا ہے۔ثانیہ اور ارزق کی زندگی بھی سمجھوتوں سے آگے نکل چکی تھی۔طوفان کے بعد سا سکوت انکی زندگیوں میں بھی آچکا تھا۔محبت نا سہی پر تعلق تو تھا اور تعلق سب سے اہم تھا۔نکاح کے ان لفظوں میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ ماضی کا ہر حوالہ بھلا دیتے ہیں یاد رہتا تو فقط ایک رشتہ۔وہ بھی ایک مضبوط رشتے کی

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ڈور سے بندھے تھے۔خوش نہیں پر مطمئن تھے۔ثانیہ آج گھر آئی ہوئی تھی اور فاخرہ کی زبانی اسے ایہا اور ساحر کی پاکستان آمد کی خبر ملی تھی۔وہ امید سے تھی یہ سن کر ثانیہ لمحہ بھر کو چپ سی ہو گئی تھی۔فاخرہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھیں پر ان باتوں کو بتانے کا مقصد یہی تھا کہ دیکھو وہ اپنی زندگی میں آگے بڑھ چکا ہے تو اب تم بھی پلٹ کر مت دیکھنا اور ثانیہ بس ایک گہری سانس لے کر خاموش بیٹھی تھی۔

شام کو ارزق کے ساتھ اسکی واپسی تھی۔وہ باہر گاڑی میں بیٹھا تھا جب ثانیہ کو مین ڈور سے نکلتے شناسا آواز نے رکنے پر مجبور کیا۔

شادی مبارک ہو۔ثانیہ کا چہرہ بے تاثر تھا۔

شکریہ۔چہرہ اور لہجہ دونوں ہی سنجیدہ تھے۔وہ آگے بڑھنا چاہتی تھی پر دوسری طرف ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

مجھے مبارکباد نہیں دو گی۔۔مسٹر ڈاور زنک کلر کے لانگ کرتے میں کچھ کچھ ڈھلی اپنے اندر ایک نئی زندگی کو تخلیق دیتی ایہا نے جتاتے ہوئے کہا۔دیوار میں لگے دروازے پہ قفل ڈل چکا تھا پر دروازے سے دروازہ ملتا تھا اور آج بھی اس بیڈروم کی کھڑکی سے ثانیہ کے گھر کا پورچ دکھائی دیتا تھا۔یقیناً وہ خصوصی طور پہ اسی سے ملنے کھڑی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کیا لٹیروں کو بھی مبارکباد دی جاتی ہے؟اسکے لہجے میں طنز نہیں تھا پر یہ سوال ابیہا کو بہت کچھ جتا گیا تھا۔

تم بالکل نہیں بدلی ثانیہ۔وہ مسکرائی۔

اور تم بہت بدل گئی ہو ابیہا۔جواب برجستہ آیا تھا۔

یاد ہے میں نے کہا تھا وہ مجنوں نہیں ہے۔ابیہا کا طنز یہ وار ثانیہ کو ماضی کی بہت سی تلخیوں میں دھکیل گیا تھا۔پر اس نے خود پہ قابو رکھا۔

امر میں نے بھی کہا تھا کوئی دوسری ثانیہ رضا نہیں ہے۔ابیہا نے ایک نظر اسے سرتاپاء دیکھا۔بے حد نفیس سلک شارٹ شرٹ کے ساتھ سیاہ ایمبرائیڈڈ ٹراوزر، قیمتی ہیرے جڑیں اسٹائلش جیولری، کھلے ہوئے سیاہ بال اور ہلکا سا میک اپ۔۔۔کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا۔یا شائد ابیہا کو یہ تسلیم کرنا پڑا وہ حسین تر ہو چکی تھی۔ابیہا کو اسکا اعتماد سلگا گیا تھا۔

تمہیں کیا لگتا ہے وہ اب تک تمہارا غم سینے سے لگا کر بیٹھا ہے۔بیوی ہوں میں اسکی، شوہر ہے وہ میرا۔۔ سمجھی تم۔۔وہ تقریباً چلائی تھی۔ثانیہ کے چہرے پہ اب بھی نارمل تاثر تھا۔وہ اگر اسے اپنے سامنے ہارا ہوا، ٹوٹا، بکھرا یا آبدیدہ دیکھنے کی خواہشمند تھی تو ایسا نہیں ہوا تھا۔

یہ تم مجھے بتارہی ہوں یاخود کو یقین دلا رہی ہو۔اسنے ابرو اٹھائے۔ایہاکے پاس جواب نہ تھا۔

پاؤں میں پہنی سیاہ سینڈل کی ایڑھی پہ گھوم کر اسنے گاڑی میں بیٹھے ارزق کو دیکھا جو اسکا منتظر تھا اور مسکراتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔وہ اب گاڑی میں بیٹھی ارزق سے کچھ بات کر رہی تھی۔چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔یقیناً وہ اس سے ایہاکے متعلق ہی پوچھ رہا تھا۔اسنے گاڑی چلائی تو ثانیہ نے بڑی دلکش مسکراہٹ سے ایہاکی طرف دیکھا وہ اب بھی سن سی کھڑی تھی۔ثانیہ جاچکی تھی پر اسکے لفظوں کی کاٹ اسے اب تک چھلنی کر رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سویرا اور ثمینہ نے گھر سے اسپتال کا سفر انگاروں پہ طے کیا تھا۔بازل کے پلانٹ پہ ہونے والا دھماکہ بریکنگ نیوز تھا۔کروڑوں روپے کی مالیت سے بنا پلانٹ آتش فشاں کی طرح جلتا قیامت صغرٰی کا منظر پیش کر رہا تھا۔چند ورکر موقع پہ ہلاک ہو گئے تھے۔ بازل جو اس وقت کوالٹی کنٹرول میں موجود تھا دھماکے کے وقت وہاں سے نکل چکا تھا لیکن اس افراتفری اور بھاگ دوڑ میں وہ شدید زخمی ہوا تھا۔اسکا چہرہ اور جسم کا کچھ حصہ

جھلس چکا تھا۔

مین ویسل سے امونیا کا اخراج اور سگریٹ کی چنگاری سے بھڑکتی آگ کی لپٹیں اس پلانٹ کو ہی نہیں بازل کے تکبر کو بھی خاکستر کر گئی تھیں۔ وہ موقع پہ وہاں سے نکل گیا تھا اس لئے جان بچ گئی تھی پر جسم پہ جگہ جگہ جلنے کے نشانات کے ساتھ چہرے کا دایاں حصہ بھی اچھا خاصہ جھلس گیا تھا۔ یہ حادثہ نہیں باقاعدہ سازش تھی جو اندر ہی موجود کسی بہت قریبی انسان کی کارستانی تھی کیونکہ اس قدر حساس جگہ پہ اتنی فاش غلطی یونہی نہیں ہوتی۔ انویسٹی گیشن جاری تھی پر اس وقت تو خسارہ گنا جا رہا تھا اور ایسے میں بازل کے اندر جنگ جاری تھی۔ برے کی رسی دراز ہوتی ہے اور ہدایت بھی منجانب اللہ ہی ہوا کرتی ہے تو وہ جسے سیدھے راستے پہ واپس لانا چاہتا تھا ایک ٹھوکر سے لے آتا ہے۔ وہ بھی ان دنوں شدید گلٹ کا شکار تھا۔ شیطان کے بہکاوے میں آکر تکبر کر بیٹھا تھا، اسی تکبر نے ابلیس کو بھی تو اسکے مرتبے سے سر کے بل گرایا تھا۔ بازل بھی اونچائی سے نیچے آیا تھا۔ ثمینہ کا رو رو کر برا حال تھا۔ پچھلے چند ہفتوں میں اسکی متعدد چھوٹی چھوٹی سرجریاں ہوئیں تھیں اور ابھی چہرے کی میجر سرجری ہونی باقی تھی۔ سویرا سب کچھ بھول کر بس اسی کی خدمت میں لگی تھی۔ ہسپتال سے گھر تک کا سفر بازل نے سوچوں کے سراب میں طے کیا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مجھے لگتا تھا میں انتہائی سیلف کنٹرولڈ اور ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانے والا انسان ہوں۔

سویرا اسکی دوائیاں سائیڈ ٹیبل پہ رکھ رہی تھی۔ بازل بیڈ کراؤن پہ سر ٹکائے پاؤں پسارے بیٹھا تھا۔ بائیں گال پہ جلنے کا نشان نمایاں تھا۔

تمام عمر اپنی ذات سے جڑے لوگوں کی داد و تحسین وصول کرتے گزری تو ایک نادیدہ احساسِ برتری مجھ پہ قابض ہو گیا۔ میرے ٹارگٹ زمانے سے مختلف تھے اور میں انہی کی تکمیل میں الجھا ہوا تھا۔ اسکا انداز خود کلامی والا تھا۔ سویرا جانتی تھی بازل بہت اپ سیٹ ہے آخر نقصان بھی تو بڑا ہوا تھا۔

اور پھر میری زندگی میں وہ آئی۔ دوائیاں رکھا اسکا ہاتھ رک گیا۔ اسنے تحیر سے دیکھا۔

وہ مجھے پہلی ہی نظر میں اچھی لگی تھی۔ کسی دیو مالائی داستان کی شہزادی جیسی۔ وہ اس کی نظروں کو خود پہ محسوس کر چکا تھا پر اسکی طرف دیکھا نہیں۔

حسین تو بہت سی لڑکیاں ہوتی ہیں پر وہ الگ تھی۔ منفرد تھی۔ بہت محتاط۔۔ بازل جیسے کوئی دلچسپ کہانی سنا رہا تھا۔

پہلے پہل میری سوچ بھٹکی پر میں نے خود پہ قابو رکھا لیکن کسی ساحرہ کی مانند اس نے میرے دل کو اپنے حسن کے جادو کے زیرِ اثر کر لیا تھا۔ کمرے میں اس پل سناٹا تھا ایسے

میں بازل کی آواز گونج رہی تھی۔

میں۔۔۔میں وہ سب نہیں چاہتا تھا جو اس رات ہو گیا۔اس بار سویرا کی طرف دیکھا۔

وہ اعتراف کر رہا تھا اپنے گناہ کا اور سویرا پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔

میں کمزور نہیں تھا پر اسکو پانے کی خواہش میرے اعصاب پہ سوار ہو چکی تھی۔میں اسے چاہنے لگا تھا۔۔۔ہاتھ بڑھا کر اسنے سویرا کا ہاتھ تھام لیا۔

وہ چاہت نہیں ہوس تھی بازل۔وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹی تھی۔

سویرا میں بہک گیا تھا۔اس نے صفائی دینی چاہی۔

آپ نے میری بہن کی زندگی برباد کر دی۔آنکھوں میں نمی اتر رہی تھی۔وہ آنسوؤں کو گرنے سے روکنا چاہتی تھی کہ آنسو کمزوری کی علامت ہیں اور اس پل وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔

ضبط کے باعث آنکھوں میں لالی بھر گئی تھی۔

میں بس اسے چھونا چاہتا تھا۔شیطان مجھ پہ حاوی تھا اور میں۔۔۔بازل نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جھوٹ پر جھوٹ بولتے رہے مجھ سے، اپنی ماں سے۔امی اور بابا نے مجھے کتنا سمجھایا لیکن میں نے آپ پہ بھروسہ کرتے ہوئے اپنی بہن کو موردِ الزام ٹھہرایا۔میں نے اسے بے عزت کر کے اپنے گھر سے نکال دیا۔کتنا روئی تھی وہ، کتنا تڑپی تھی میرے آگے۔آج وہ سب یاد آرہا تھا سویرا کو۔کس طرح اسنے ثانیہ کو ذلیل کر کے گھر سے نکالا تھا۔اسکی شادی ٹوٹنے کا ذرا برابر بھی تو غم نہیں ہوا تھا اسے کہ یہ سب تو اپنی نیت کا پھل تھا جو اسے ملا۔

میں ثانیہ سے معافی مانگ لوں گا سب کے سامنے اپنے گناہ کا اعتراف کروں گا۔وہ اپنے کئے پہ شرمندہ تھا۔

اعتراف تو مجھے کرنا ہے۔گناہگار تو میں ہوں بازل جس نے اپنی ہی بہن کی خوشیوں کو آگ لگا دی۔اسے میرے حسد نے تباہ کر دیا۔زمین پہ گھٹنوں کے بل بیٹھی وہ ہذیانی انداز میں چلائی۔

مجھے معاف کر دو سویرا۔۔۔وہ اس وقت بازل کی کوئی بات نہیں سن رہی تھی۔ کچھ سننے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھی۔وہ تو بس کہے جا رہی تھی۔اپنے اندر کا غبار آنسوؤں کی صورت نکال رہی تھی۔

معافی تو مجھے چاہیے ان تمام غلطیوں کی جن کی وجہ سے ثانیہ کی زندگی ویران ہو گئی۔

میں گواہ تھی ان دونوں کی محبت کی جانتی تھی وہ کتنا چاہتی ہے ساحر کو پھر بھی میں اتنی خود غرض کیسے ہو گئی۔ وہ دھاڑے مار مار کر رو رہی تھی۔ بازل لب بھینچے خاموش بیٹھا تھا۔

اور انسان شر کو اس طرح مانگتا ہے جس طرح خیر کو، بے شک انسان بڑا ہی جلد باز واقع ہوا ہے۔۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کیا ضرورت تھی تمہیں ثانیہ کے منہ لگنے کی۔ بلاوجہ باتیں سنا گئی۔ تبسم کو بالکل اچھا نہیں لگا تھا ابیہا کا ثانیہ کو روکنا۔ اور جو کچھ سنا اسے اب ابیہا پہ ہی غصہ آ رہا تھا کہ خوا مخواہ اپنا آپ ہلکا ہوا۔

میں اسے ہارا ہوا دیکھنا چاہتی تھی امی۔ وہ تڑپ کر بولی۔

دیکھ لیا پھر۔۔۔ اونچے گھر بیاہی گئی ہے ساحر جیسوں کو تو نوکر رکھ لیں وہ۔ اس کے پاؤں زمین پہ تھوڑی نہ ہوں گے۔ اور پھر یہی تو چاہتی تھی وہ اسی دولت کی خاطر تو بہنوئی پہ ڈورے ڈال رہی تھی۔ اس کے غم میں آنسو تھوڑی بہائے گی اب۔ تبسم نے ایک ہی سانس میں اگلا پچھلا سب گنوا دیا تھا پر ابیہا جیسے اس وقت انکی کوئی بات سن ہی

نہیں رہی تھی۔اسکی نگاہوں میں تو بس ثانیہ کا اعتماد سے اٹھا ہوا سر، چہرے کی مسکراہٹ اور آنکھوں میں اسکے لئے رحم گھوم رہا تھا۔وہ ان دنوں یہیں رہ رہی تھی۔ دولت سے متاثر ہونے والوں میں نہیں ہے وہ۔بیڈ کے کراؤن پہ کمر ٹکائے وہ کھڑکی سے نظر آتے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔

کیا مطلب؟ تم نے ہی تو بتایا تھا نہ اس رات جب یہ بازل کے ساتھ بے حیائی کرتے پکڑی کی گئی تھی۔ایبہا خاموش بیٹھی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

تو کیا وہ سب۔۔۔اف میرے اللہ۔اتنا بڑا جھوٹ بولا تم نے۔ تبسم کو شاک لگا تھا۔یہ وہ حقیقت تھی جو ایبہا نے اسے بھی نہیں بتائی تھی۔وہ بھی سب کی طرح ثانیہ کو ہی قصوروار سمجھتی تھی۔

میں ساحر کو پانے کے لئے کسی بھی حد تک جا سکتی تھی۔وہ درشتی سے بولی اور دروازے پہ کھڑے ساحر کے پیروں تلے کی زمین کھینچ لی گئی۔آسمان اسکے سر پہ آ گرا۔ایبہا کا انکشاف بجلی بن کر وجود کو بھسم کر گیا تھا۔

کسی پر بہتان بھی لگا سکتی تھی۔ایبہا کے ساتھ تبسم نے بھی پلٹ کر دیکھا۔

ساحر! اسنے کچھ کہنا چاہا پر آواز حلق میں اٹک گئی۔وہ قدم قدم چلتا کمرے میں داخل ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اپنی بہن جیسی دوست کی کردار کشی بھی کر سکتی تھی تم ایہا۔اس کی آواز کوڑے برسا رہی تھی۔

میری بات سنو۔۔۔۔ایہا نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔

کسی کی پیٹھ میں چھرا گھونپ کر اسکے اعتماد کا قتل بھی کر سکتی تھی تم۔ وہ اب اسکے بالکل سامنے آکھڑا ہوا۔ تبسم تو خود شاک کی کیفیت میں تھی وہ ساحر کو کیا سمجھاتی۔

ساحر میں نے یہ سب تمہاری خاطر کیا۔وہ ہمت کر کے بولی۔

میرے لئے ؟ایہا یہ سب تم نے اپنی خاطر کیا۔اپنی خود غرضی میں تم نے ہم دونوں کی زندگی آگ مں جھونک دی۔دو انگلیاں سینے پہ مارتے وہ تقریباً چلایا تھا۔

میں تم سے شدید محبت کرتی تھی۔تمہیں پانا چاہتی تھی۔ایہا کا دل دہل گیا تھا۔آنسو رخساروں کو تر کر رہے تھے۔

پر میں تم سے شدید نفرت کرتا ہوں اور آج کے بعد تم میری صورت دیکھنے کو بھی ترسو گی۔اس نے جوریت سے محل بنایا تھا وہ ایک ہی جھٹکے سے زمین بوس ہو گیا تھا۔ وہ پیر پٹختا کمرے سے چلا گیا تھا۔ تبسم بھی اسکے پیچھے بھاگی تھی پر ایہا جانتی تھی وہ رکے گا نہیں۔کمرے میں اب وہ تنہا تھی۔اسنے اگر نفرت شدت سے کی تھی تو محبت بھی ٹوٹ کر کی تھی۔اپنی اندھی،بے لگام خواہشات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی چاہت

میں اسنے اس پیاری ہستی کی خوشیاں اور زندگی داؤ پہ لگا دیں تھیں جو اس پہ سب سے زیادہ بھروسہ کرتی تھی۔بظاہر وہ جیت گئی تھی پر حقیقت میں ہار گئی تھی۔اپنوں کا اعتماد، بھروسہ اور۔۔اور محبت بھی۔آج اپنے اندھے جذبات کے تاج محل میں تنہا اور دل شکستہ بیٹھے اسے احساس ہو رہا تھا کہ جو آپکا نہ ہو اسے چھین لینا دانائی نہیں بلکہ ناسمجھی ہے۔انسان ساری دنیا سے جیت کر بھی اپنے مقدر سے ہار سکتا ہے اور وہ ہار گئی تھی۔

سالوں اس سے کمتر دکھنے کے کرب نے مجھے اندر ہی اندر اس سے دو ظن کئے رکھا۔ہم مڈل کلاس لڑکیوں کی زندگی تمام عمر فقط ایک نقطے کے گرد گھومتی رہتی ہے شادی۔۔ ہوش سنبھالتے ہی ہمیں احساس دلایا جاتا ہے کہ شادی ہمارے تمام مسائل کا حل ہے۔ اسکی آنکھوں میں آنسو تھے اور لہجے میں کرب۔۔۔

ہمیں ذہنی طور پہ اسکے لئے تیار کیا جاتا ہے کیونکہ ہمیں اگلے گھر جانا ہوتا ہے۔خاندان کا سب سے اہم موضوع لڑکیوں کے رشتے ہوتا ہے۔ہمیں تعلیم اسی لئے دلائی جاتی ہے تا کہ ہمیں اچھا رشتہ مل جائے اور جب پہلی بار رشتے سے انکار ہوتا ہے تو ہمارے اندر پہلا خواب ٹوٹتا ہے۔فاخرہ سر جھکائے سامنے بیٹھی تھیں۔انکے پاس کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا۔

www.neweramagazine.com

ساحر میرا بہترین دوست تھا پر اسے ثانیہ چاہیے تھی کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ حسین تھی۔ ہر عام سوچ رکھنے والے مرد کو حسین بیوی چاہیے ہوتی ہے۔ ہر ماں کو اپنے بیٹے کے لئے چاند چہرے کی خواہش ہوتی ہے۔ ہر بار انکار اور ٹھکراتے جانے کی اذیت سے گزرتے ہوئے مجھے ثانیہ سے جلن ہوتی۔ وہ میری دلجوئی کرتی کیونکہ اسے مجھ سے محبت تھی۔ بے لوث محبت جو ایک بہن کو دوسری بہن سے ہوتی ہے۔ مجھے بھی تھی کبھی اس سے ایسی ہی محبت پر سالہا سال خود کو اسکے سامنے کمتر ہونے کے خیال نے اس محبت میں بال ڈال دیا تھا۔ وہ لمحہ بھر کو رکی۔ صوفے کی بیک پہ چہرہ ٹکائے وہ رخ موڑے بیٹھی تھی۔ شاذان کی نظروں کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہ تھا۔

اسی لئے جب بازل نے اس پہ بہتان لگایا تو میں ایک پہ کو بھی نہیں چونکی، ایک بار بھی یہ خیال نہیں آیا کہ یہ میری ماں جائی ہے۔ ہماری تربیت کا منبع ایک گھر ہے تو پھر کیسے وہ اتنا گر سکتی ہے۔ میرے دل میں اس کے لیے گرہ تھی۔ میں اس سے حسد کرتی تھی اسی لئے مجھے لگا وہ بھی مجھ سے جلتی ہے۔ میں غلط ن تھی میں نے بازل کے جھوٹ پہ اعتبار اس لئے کیا کیونکہ میں اپنی بہن پہ اعتبار نہیں کرتی تھی کیونکہ میں اس سے جلتی تھی۔ جب خود سے اعتراف کر چکی تھی تو انکے سامنے قبول کرنے میں کیا قباحت تھی۔ فاخرہ نے اسے روکا نہیں تھا۔ یہ چند ماہ نہیں سالہا سال کی فرسٹریشن تھی اور گو،

بہت سنجیدہ سی سویرا آج انکے سامنے بیٹھی ان سے یہ اعتراف کر رہی تھی کہ وہ غلط تھی۔ وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ فاخرہ نے اسکے سر پہ شفقت سے ہاتھ پھیرا پر زبان سے کچھ نہیں کہا۔ دیر سے ہی سہی پر اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔

اب جو بچھڑے ہیں تو احساس ہوا ہے ہم کو
درد کیا ہوتا ہے تنہائی کسے کہتے ہیں

اس کا احساسِ ندامت اسے برزخ میں کھینچ لایا تھا۔ وہ محبت کے گناہگاروں میں سے تھا دل کے ساتھ وعدہ توڑنے کا گناہ بھی سرزد ہوا تھا اس سے۔ ایہا کے انکشاف نے اسے پاگل کر دیا تھا۔ سڑکوں پہ بے مقصد گاڑی دوڑاتے وہ کب اسکے دروازے پر پہنچا وہ نہیں جانتا کیونکہ وہ اپنے حواس میں نہیں تھا۔ اس وقت اس سے ملنا، اپنی غلطی کا اعتراف کرنا اور اس پہ اعتبار نہ کرنے کی معافی مانگنے کے سوا اسکے ذہن میں اور کچھ نہیں تھا۔ ثانیہ نے اسے لاؤنج میں دیکھا تو حیران ہوئی تھی پر اس پہ کچھ بھی ظاہر کئے بناء وہ سنجیدگی سے وہاں آ بیٹھی تھی۔

میں سب کچھ جان چکا ہوں ثانیہ۔ ثانیہ کے لئے یہ انکشاف نہیں تھا۔

میں جانتا ہوں میں پہلی ہی آزمائش میں فیل ہو گیا ہوں پر ایہا نے مجھے مس گائیڈ کیا تھا۔

ثانیہ نے چبھتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

ہم محبت کو آزمائش بننے ہی کیوں دیتے ہیں؟ کیوں دوسروں کے خلوص کو آزمائش کی کسوٹی پہ پرکھے بناء اعتبار کی سند عطا نہیں کر دیتے۔ اسنے لب کاٹے۔ ثانیہ کی بات کا جواب جو نہیں تھا۔

ثانیہ میں ازالہ کروں گا۔ وہ اعتماد سے بولا۔ ثانیہ نے ابرو اٹھا کر سوالیہ نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو اتنا سب ہو جانے کے بعد اس بات کی گنجائش نکلتی ہے۔

میں جانتا ہوں تم خوش نہیں ہو، میرے بغیر تم خوش رہ ہی نہیں سکتی۔ ثانیہ کچھ نہیں بولی وہ صرف اسے سننا چاہتی تھی۔

ابیہا کو چھوڑ آیا ہو۔ اسنے تمہید باندھی۔

یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہے۔ ثانیہ سنجیدہ اور بے تاثر تھی۔

کسی کو اپنانا یا چھوڑ دینا، یہ ہمارا اپنا فیصلہ ہوتا ہے اسے کسی اور کے سر پہ نہیں رکھنا چاہیے ابیہا سے شادی تم نے اپنے پورے ہوش و حواس میں کی تھی اور مجھے چھوڑنے کا فیصلہ بھی تم نے اپنی مرضی سے کیا تھا۔ ابیہا غیر تھی ساحر پر تم تو میرے اپنے تھے۔ میری خاموشیوں کا مطلب سمجھتے تھے تم، میرے رونے ہنسنے کے معنی سے واقف تھے پھر بھی تم نے ابیہا پہ یقین کیا۔ کیسے سوچ کہ جس کی صبح تمہارے نام سے ہوتی ہے جو ہر سانس کے ساتھ تمہیں یاد کرتی ہے وہ ثانیہ دولت کی خاطر تم سے بیوفائی کرے گی۔

اس نے کچھ بھی تو غلط نہیں کہا تھا۔ ساحر سر جھکائے بیٹھا۔ نادم اور شکستہ دل۔

مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ثانیہ، میں مانتا ہوں ساری غلطی صرف میری ہے اور یہ

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بھی یقین ہے تم مجھے معاف کردو گی۔لہجہ التجائیہ تھا۔

میں تمہیں معاف کر چکی ہوں ساحر۔ثانیہ کا جواب فوراً آیا تھا۔

مین جانتا تھا تم مجھ سے خفا نہیں رہ سکتی۔یکدم ساحر کے چہرے کا رنگ بدلا۔مایوسی کی جگہ اب مسکراہٹ تھی۔

تم نے ٹھیک سوچا تھا میں واقعی تم سے خفا نہیں رہ سکتی۔ثانیہ نے برجستہ کہا۔

بس چلو میرے ساتھ۔چھوڑ دو یہ ان چاہی زندگی۔ہم شادی کرلیں گے۔ثانیہ نے گہرا سانس لیا۔ساحر اسے حسرت سے دیکھ رہا تھا۔اسکے جواب کا منتظر تھا۔

تمہیں کس نے کہا میں ایک ان چاہی زندگی گزار رہی ہوں ناخوش نہیں ہوں۔ساحر نے تحیر سے دیکھا۔

تم سے محبت کرتی تھی، تم نے اعتبار نہیں کیا۔اس سے محبت نہیں کرتی پر اسکے اعتبار کو کیسے توڑ دوں؟ تم اپنی بیوی کو اس حالت میں چھوڑ سکتس جبکہ وہ تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے مگر میں اپنے شوہر کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتی۔ساحر کو شاک لگا تھا۔

لوٹ جاؤ ساحر ہم ایک منزل کے مسافر نہیں ہیں اور ہمارے راستے جدا ہیں۔وہ جاچکی تھی۔ساحر اب تنہا بیٹھا تھا۔پژمردہ انداز میں اسنے میز پہ رکھا چابیوں کا گچھا اٹھایا اور باہر نکل گیا۔

بہکا تو بہت بہکا، سنبھلا تو ولی ٹھہرا

اس خاک کے پتلے کا ہر رنگ نرالا ہے

وہ پچھلے تین دن سے گھر واپس نہیں آئی تھی۔ اسنے ایک بار بھی اسکی کال اٹینڈ نہیں کی تھی۔ ثمینہ کے بار بار پوچھنے پہ وہ انہیں بھی سچائی بتا چکا تھا۔ قیامت آنے کی خبر دیتا تو وہ یقین کر لیتیں۔ اپنی تربیت پہ یقین تھا، اسے بناء باپ کے پالا تھا۔ بگڑنے کی عمر میں نہیں بگڑا تھا پھر اب کیسے بہک گیا۔ پر وہ بھول گئیں بازل فرشتہ نہیں انسان تھا اور انسانوں کے ساتھ انکی کمزوریاں بھی ہوتی ہیں۔ یہاں کوئی افضل اور کامل نہیں۔ سب ہی خطاکار ہیں۔ گو ان لوگوں کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی پھر بھی وہ فاخرہ اور رضا حیدر سے جاکر معافی مانگ آئیں تھیں۔ بازل کی طبیعت اجازت نہیں دیتی تھی پھر بھی زبردستی ساتھ آیا تھا۔ فاخرہ اور رضا حیدر کو اس سے شکایت تھی پر اسکی موجودہ حالت اور ندامت کے باعث انہوں نے اسے دل سے معاف کر دیا تھا۔ سویرا نے ساتھ جانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

سویرا میں اقرارِ جرم کر چکا ہوں، معافی مانگ چکا ہوں اپنے گناہوں کی۔ اللہ بھی تو معاف کر دیتا ہے نا۔۔۔۔۔۔ وہ سعد کے ساتھ اپنے کمرے میں تھی۔

میں خدا نہیں ایک کمزور انسان ہوں بازل۔اس نے پلکوں پہ ٹکے آنسوؤں کو بہنے سے بہ مشکل روکا تھا۔

بھگت تو چکا ہوں اپنے کئے کا پھل، کیا اب بھی مزید سزا باقی ہے۔تم اور سعد میری زندگی سے چلے گئے تو میں کیسے جیوں گا۔وہ بے بسی کی انتہا پہ تھا۔

آپ کو میری تمنا کبھی نہیں تھی۔اس نے صاف گوئی سے کہا۔

ایسے مت کہو سویرا۔تم میری بیوی ہو اور تم اس دنیا میں میرے لئے سب سے اہم ہو۔ چوٹ کھا کر ہی سہی پر یہ سچ میں جان گیا ہوں۔ان چند دنوں میں اسے واقعی احساس ہوا تھا کہ صورت ہی سب کچھ نہیں ہوتی، ہمسفر کی سیرت اور اسکی وفا سے بڑھ کر زندگی میں کچھ نہیں ہوا کرتا اور سویرا میں یہ دونوں خوبیاں موجود تھیں۔اسے انجانے میں ہی سہی ہیرا ملا تھا جسے اسنے اپنی کم فہمی کی بناء پر پتھر سمجھا تھا۔

کچھ روز پہلے یہ سب کہا ہوتا تو آسمان پہ اڑنے لگتی۔آج تو پیروں تلے زمین بھی باقی نہیں۔اس کے لبوں پہ تلخ سی ہنسی در آئی۔

سویرا پلیز میری بات۔۔۔۔وہ اپنی صفائی میں ابھی کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن سویرا نے مداخلت کی۔

میں گھر آجاؤں گی بازل۔ہماری سوسائیٹی میں ویسے بھی شادی کے بعد لڑکی گھر پلٹ

آئے تو دنیا باتوں سے مار دیتی ہے لیکن مجھے ابھی وقت چاہیے۔ گر کر کیسے سنبھلا جاتا ہے یہ سیکھنا ہے۔ بازل لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔

میں بہت اچھی اداکار نہیں بازل۔ جو کچھ میرے اندر ہو وہی باہر دکھائی دیتا ہے ایسے میں میری واپسی آپکے لئے تکلیف کا باعث ہو گی۔ اسلئے مجھے ابھی فورس مت کریں۔ میں آجاؤں گی واپس۔ اسکا لہجہ اٹل تھا۔ بازل نے بستر پہ سوئے سعد کی طرف حسرت سے دیکھا اور پھر بے اختیار اسکا ماتھا چوما اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ سویرا کے رکے ہوئے آنسو درد کی شدت سے بے قابو ہو کر آنکھوں کے بند توڑے بہنے لگے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بے فائدہ ہے زیست میں احباب کا ہجوم
ہو پیکرِ وفا تو کافی ہے ایک شخص

سورج کی کرنیں شفق پہ ست رنگی روشنی بکھیرتی رخصت کا عندیہ دے رہی تھیں۔ ٹیرس پہ کھڑا ارزق سینے پہ ہاتھ باندھے ڈوبتے سورج کے سنہری تھال کو دیکھ رہا تھا۔ اپنے پیچھے قدموں کی چاپ سنی تو آنے والے کی جانی پہچانی مہک سانسوں میں اترتی محسوس ہوئی۔ وہ دھیمے قدموں چلتی اسکے بالکل ساتھ آ کھڑی ہوئی اور سورج کی زمین پہ آخری سلامی دیکھتی رہی۔ نیچے لان اور ٹیرس کی بتیاں جل چکی تھیں۔

ملجگا اندھیرا اس طویل خاموشی کے درمیان حائل ہو گیا تھا۔

تم جانا چاہو تو چلی جاؤ۔۔ثانیہ نے گردن موڑ کر ارزق کی طرف دیکھا۔دھندلی روشنی میں اسکا چہرہ بے تاثر تھا۔

یعنی میرے نا ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔پتا نہیں کیوں اسے دکھ ہوا تھا۔

زندگی اتنے نشیب و فراز سے گزری ہے ثانیہ کہ اب میں اپنے خسارے پہ صبر کرنا سیکھ چکا ہوں۔سیاہ پولو شرٹ اور سیاہ ٹراؤزر میں سینے پہ ہاتھ باندھے وہ پوری آن بان سے کھڑا تھا۔

اور اگر نہ جانا چاہوں؟اسنے گردن موڑ کر پہلو میں کھڑی ثانیہ کو دیکھا۔

میں جانتا ہوں تم اس سے آج بھی بہت محبت کرتی ہو اسکے ساتھ خوش رہو گی تم۔وہ سنجیدہ تھا۔

میں تھک چکی ہوں ارزق،اپنا وجود بہت ارزاں لگنے لگا ہے کیوں مجھے پل میں سر کا تاج بنا کر اگلے ہی پل پاتال میں اتار دیا جاتا ہے۔کیوں مجھے ایک انسان سمجھ کر ٹریٹ نہیں کیا جاتا۔ساحر کی آمد کی اطلاع گھریلو ملازم کی بدولت ارزق تک بھی پہنچ چکی تھی۔اس سے پہلے سویرا اور بازل کی معافی اور ثانیہ کی بے گناہی کا ثابت ہونا اور آج ساحر کا اس سے ملنے چلے آنا،اتنا وہ جان ہی چکا تھا غلط فہمیوں کی دیوار گر چکی ہے۔گھر میں سب کچھ

معمول کے مطابق ہی تھا پر ارزق بے چین تھا۔ان دنوں ثانیہ کے سینے پہ دھرا بوجھ اتر گیا تھا۔وجود پہ لگا بے وفائی کا داغ دھل گیا تھا۔الزام لگانے والوں نے خود اسکا دامن دھویا تھا۔اسے لگا دل کے کسی کونے میں ارزق بھی تو اسے شک کے دائرے میں رکھا ہو گا پر اب وہ اس سے نظریں ملانے میں ہچکچاتی نہ تھی لیکن آج اسکا یوں آسانی سے اسے چھوڑنے کی بات کرنا۔ ٹیرس کے جنگلے کو تھامے وہ کرب سے بولی۔

تم بہت انمول ہو ثانیہ خود کو میری نظر سے پرکھو تو تمہیں احساس ہو گا کہ تم جیسے پر خلوص ہمسفر کی بدولت میرا زندگی اور محبت سے اعتبار دوبارہ جڑا ہے۔ عورت ذات پہ بھروسہ لوٹا ہے تو اسکی وجہ تم ہو۔اس نے پلٹ کر ثانیہ کو کندھوں سے تھام لیا۔

پر آپ نے تو کہا میں چلی جاؤں۔وہ دونوں اب آمنے سامنے تھے۔

تمہاری خوشی کی خاطر۔۔ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے۔

میں اس سے محبت کرتی تھی پر میں آپکی دل سے عزت کرتی ہوں۔میری زندگی میں آج اگر توازن لوٹا ہے تو فقط آپکے اعتبار کی بدولت۔اور ابھی آپ نے بھی تو یہی کہا، میری وجہ سے آپکا عورت پہ اعتبار بحال ہوا ہے تو کیا آپ کو چھوڑ کر اپنی ہم جنس کو رسوا ہو جانے دوں۔اس تعلق کی شروعات سے ہی ان دونوں کے درمیان کچھ بھی تو راز نہ تھا۔وہ اس کے درد سے واقف تھی تو وہ بھی اس کا دکھ جانتا تھا۔آج بھی اسے آسانی

سے کہہ دیا تھا۔

عزت کی خاطر محبت کو چھوڑ دو گی؟ وہ تحیر سے بولا۔

عزت ہر رشتے کی پہلی شرط ہے ارزق محبت کی سیڑھی کا پہلا پائیدان عزت ہے۔ پھر بھی اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی زندگی سے چلی جاؤں تو میں چلی جاتی ہوں مگر میں ساحر کے پاس نہیں جاؤں گی۔ سیاہ آنکھوں نے انکشاف کیا تھا۔

جانتی ہو ثانیہ شادی سے چند روز پہلے جب تم نے مجھے کال کر کے اپنے متعلق بتایا تھا میں نے اسی وقت یہ فیصلہ کر لیا تھا میں تم سے شادی کروں گا۔ تم نے خود پہ لگے الزام کو جس دلیری سے میرے سامنے قبول کیا جس حوصلے سے اپنی کردار کشی کو سہا یہ سب کوئی بہت ہی خاص انسان کر سکتا ہے اور میں ایسے انسان کو ہر حال میں اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہتا تھا۔ مجھے بہادر لوگ پسند ہیں۔ بھوری آنکھوں نے اعتراف کیا تھا۔

پر آپ نے تو سب کی خوشی کی خاطر مجھ سے شادی کی تھی۔ اسے ارزق کا جواب یاد آیا تھا۔

جھوٹ کہا تھا۔

ثانیہ نے نچلا لب کاٹا۔ ارزق نے ہاتھ بڑھایا اور انگوٹھے کی مدد سے ہونٹ کو دانتوں کی قید سے آزاد کراتے ہوئے دائیں بائیں سر ہلایا۔

تم فقیر کو بھی میسر ہو وہ شاہ بن جائے، جو کہا تمہاری خوشی کا سوچ کر کہا ورنہ تم سے جدا ہونے کا سوچنا بھی مجھے اذیت میں ڈال دیتا ہے۔ ارزق کے سنہری انکشاف پر ثانیہ نے پلکیں گرا لیں۔

میں آپکو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتی۔ وہ ارزق سے چند قدموں کے فاصلے پر تھی۔

میں بھی تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گا۔ ارزق نے اسے اپنے مضبوط بازوؤں کے حصار میں لے لیا۔ آسمان پہ چودھویں کا چاند پوری آب و تاب سے چمکتا ان حسین پل کی گواہی دیتا مسکرا رہا تھا۔ اسکے سینے پہ سر ٹکائے ثانیہ نے اپنے وجود کو دنیا کی مضبوط ترین پناہ گاہ میں تصور کیا۔ وہ ہمیشہ یہاں قید رہنا چاہتی تھی۔

♥ختم شدہ♥

ہماری ویب میں شایع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیوایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین